جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۶۱ | مورخہ یکم فروری ۱۹۲۷ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۷؍ رجب ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح بفضل ایزد متعال خیر و عافیت سے ہیں۔

۳۰ جنوری۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب کی لڑکی امۃ الرحیم کا رخصتانہ تھا۔ بعد از نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح دعا کے لئے تشریف لائے حضور کے ساتھ ایک سو کے قریب اصحاب بھی مدعو تھے (خواتین الگ تھیں) جن کی کھجور، مکھن۔ چائے سے تواضع کی گئی۔

آج ہفتہ کے روز مرزا برکت علی صاحب (جو آبادان علاقہ عراق میں ملازم ہیں) نے حضرت اقدس کو کئی ایک اصحاب کے ساتھ دعوت ولیمہ دی۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب (بٹالہ) قادیان آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقات کی۔

خدا کے فضل سے امید واثق ہے کہ منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر یکم فروری سے اپنے کام پر آجائینگے۔ میاں نذیر احمد صاحب چغتائی اسسٹنٹ ایڈیٹر نے مزید رخصت ۸ فروری تک حاصل کی ہے ابتداء دسمبر سے مولوی ظفر اسلام صاحب خطبات جمعہ و تقاریر حضرت خلیفۃ المسیح و دیگر بزرگان مرتب کر رہے ہیں اور الفضل کی کاپیاں اور پروف دیکھتے رہے ہیں

چودھویں صدی کے مولویوں کی ہیبت

خدا تعالیٰ ان مولویوں کی حالت پر رحم فرمائے۔ کہ خدا تعالیٰ کے پیارے رسول اور نبی مسیح موعودؑ کی مخالفت میں کہاں سے کہاں جا پڑے ہیں۔ ۲۳؍ جنوری ۱۹۲۷ء موضع شادیوال (گجرات) میں شیعوں اور سنیوں کے مابین مباحثہ قرار پایا۔ اور لوگ جوق در جوق مباحثہ دیکھنے کی غرض سے ہزاروں کی تعداد میں وہاں گئے چنانچہ میں اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن گجرات بھی مباحثہ سننے کی غرض سے شادیوال گئے۔ مگر افسوس! جس مقصد کے لئے ہم وہاں گئے تھے۔ وہ پورا نہ ہوا۔ کیونکہ سنی مولویوں نے مباحثہ سے فرار کیا۔ اور باوجود شیعوں کے تقاضا کے شرائط کا تصفیہ نہ کیا۔ اتنے میں ایک شخص سفید ریش مسمی پیر حاجی عبدالواحد ایک جھنڈا لئے ہوئے بلند آواز سے پکارنے لگا۔ کہ کوئی احمدی میرے مقابلہ پر آئے۔ اور میرے سوالوں کا جواب دے۔ اس پر لوگوں نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل سے عرض کیا کہ آپ اس کے سوالوں کا جواب دیں۔ پس ہم اس کے پاس چلے گئے۔ اور کہا کہ فساد کا اندیشہ ہے۔ اس لئے پہلے حفظ امن کا انتظام ہونا چاہیئے۔ تو وہاں کے ایک مقتدر چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں ذمہ لیتا ہوں۔ کہ کوئی فساد

نہیں کریگا۔ اسپر مباحثہ شروع ہوا۔ پہلے حاجی مذکور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراضات کئے جن کے مولوی عبدالرحمٰن صاحب خادم نے ایسے دندان شکن جواب دیئے۔ کہ بیچارہ "آوارہ گرد حاجی" ہانپنے لگا۔ اور ادہر اُدہر کی باتیں کر کے لوگوں کو دہوکا دینے لگا۔ مگر مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے اس کی مزورانہ چالوں کی قلعی کھول دی۔ یہاں تک کہ غیر احمدیوں کے بڑے مناظروں نے جو کہ وہاں شیعوں سے مناظرہ کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے حاجی مذکور کی شکست اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی فتح کا اقرار کیا۔ جس کا غیر احمدی پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔ مگر غیر احمدی مولوی اپنی ذلت کس طرح دیکھ سکتے تھے۔ فوراً مشہور زبان دراز ملاں ملتانی کو کھڑا کر دیا۔ جس نے ہمیں بحث کے لئے للکارا۔ اور اپنے عالم ہونے کا ادعا کیا۔ اسپر مولوی عبدالرحمٰن صاحب خادم نے فرمایا۔ کہ آپ اپنے عالم ہونے کی سندیں پیش نہ کریں بلکہ اصل مبحث "صداقت مسیح موعودؑ" پر گفتگو کریں۔ مگر وہ اور بھی بڑھ گیا۔ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے علم پر اعتراض کرنے لگا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ کے عالم ہونے کا یوں فیصلہ ہو جاتا ہے کہ میں ایک عربی شعر پڑھتا ہوں۔ اگر آپ نے اس کا لفظی ترجمہ کر دیا۔ تو میں اسی وقت آپ کو پانچ روپے انعام دونگا۔

یہ سنتے ہی مولوی ملتانی کو اپنی نادانی کا احساس ہو گیا۔ اور اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ فوراً طیش میں آکر پکار کر کہنے لگا۔ "ان (احمدیوں) کو پکڑ لو۔ اور مار دو"

آنجناب کا یہ حکم سنکر آپ کے مُریدانِ باصفا لاٹھیوں کے ساتھ ہم پر کود پڑے۔ اور ہم پر حملہ کر دیا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب خادم کو چوٹیں آئیں۔ ہم وہاں پر کل دس گیارہ احمدی تھے۔ جنھوں نے مولوی صاحب کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور غیر احمدیوں کے حملہ کو روکنا چاہا۔ ہم اپنے مکان پہ پہنچ گئے تمام غیر احمدی ہمارے تعاقب میں تھے۔ اور جونہی ہم مکان کے اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے مکان کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اور کہا کہ ہم قتل کر کے چھوڑینگے۔ مگر وہاں کے احمدیوں نے چند اور شخصوں کی مدد سے ان کو روکا۔ اور واپس ہٹا دیا۔

اس طرح ان مولویوں نے اپنی بہیمیت کا ثبوت دیا۔ (نامہ نگار)

ہندو تہذیب و تمدن پر اسلام کا اثر

جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے جلسہ سالانہ پر جو لیکچر مندرجہ عنوان دیا تھا۔ وہ کسی قدر زیادتی کے ساتھ انھوں نے قلمبند فرما کر اپنے اخبار نور مورخہ ۶ جنوری ۱۹۲۷ء میں چھاپا ہے۔ شیخ صاحب کا ارادہ ہے۔ کہ وہ اس میں کچھ اور اضافہ کر کے رسالہ کی صورت میں شائع کریں۔ یہ نہایت مبارک تجویز ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانے میں مباحثات کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور اب فروعی مسائل پر تو قومیں پسند نہیں کی جاتی۔ بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ تمدن و تہذیب و اخلاق اقوام پر کسی مذہب نے کیا اثر ڈالا ہے۔ پس اس موضوع پر مضامین لکھنا اسلام کی اشاعت کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ شیخ صاحب اپنی تصنیف جلد شائع کرینگے۔

ریویو اردو ماہ فروری

فروری کے رسالہ میں نادر۔ دلچسپ اور مفید مضامین ہیں۔

(۱) مولانا اللہ دتا صاحب کی طرف سے شذرات متعلق عیسائیت نہایت کار آمد معلومات کا مجموعہ۔

(۲) حضرت عرفانی کی چٹھی۔ یورپ کے آیندہ مذہب سے متعلق۔

(۳) موجودہ بائبل محرف ہے۔ ایک نہایت قیمتی معلومات سے لبریز مضمون ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر کے قلم سے۔

(۴) لباس کا اثر صحت اور اخلاق پر۔ ڈاکٹر چودہری محمد شاہنواز صاحب کا مضمون جو بالکل انوکھے طرز پر تصدیق احکام اسلام کرتا ہے۔

(۵) اسوۂ سید الانام۔ ایک پادری کی کتاب کا جواب جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہایت شدومد سے لکھی گئی ہے۔

(۶) حضرت خلیفۃ المسیح کی چٹھی بنام حضور وائسرائے ہند مسلم اوٹ لک کا ریویو۔ یہ بھی قابل دید ہے۔ اس میں چٹھی کا خلاصہ بھی آگیا ہے۔ جو موجودہ حالات پر ہے۔

(۷) کیا رسالہ فقہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے؟ "نہیں" یہ بدلائل ثابت کیا گیا ہے۔

غرض اس مہینے کا رسالہ قابل دید ہے۔ جو پیشگی قیمت ۱۹۲۷ء اور بقایا سال ۱۹۲۶ء وصول کرنے کے لئے خریداروں کے نام وی پی کیا گیا ہے۔ امید ہے۔ احباب کرام وصول فرما کر مشکور فرمائینگے۔ (ناظم طبع و اشاعت)

خلاصہ ہدایات قرآن و حدیث

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب (الہ دین بلڈنگ) سکندرآباد دکن کا شائع کردہ یہ مجموعہ مجلد انگریزی رسالہ کی صورت میں نہایت ہی دلآویز اور مقبول عام ہے۔ ہمارے انگریزی خوان نوجوانوں کو چاہیئے۔ کہ اس کی خوب اشاعت کریں۔ سوا روپیہ قیمت ہے۔ مگر سیٹھ صاحب ۱۲ ؍ فی جلد کے حساب سے دیدیتے ہیں۔ اگر چند نوجوان ریلوے سٹیشنوں اور لائبریریوں وغیرہ میں اس کی فروخت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ تو ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ہوں۔ جس کے لئے مفصل شرائط سیٹھ صاحب سے بذریعہ خط و کتابت طے کی جاسکتی ہیں۔

اخبار احمدیہ

چوٹی اسٹیٹ نواب محمد جمال خان صاحب تمندار لغاریاں چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خان نے اپنی وسیع جائداد کی مینیجری پر ہمارے لایق احمدی دوست محمد خان صاحب حجانہ کو لگایا ہے۔ منشی دوست محمد خان صاحب نے چارج لیتے ہی پڑتال حسابات کی۔ اور گذشتہ انتظام میں زائد از تیس ہزار روپیہ کی ایسی رپورٹ کی۔ جس کی تفتیش بذریعہ پولیس شروع ہے۔ (نامہ نگار)

ڈاک دفاتر امور خارجیہ اور امور عامہ کی ڈاک ناظر صاحب کے نام آنی چاہیئے۔ کسی ناظر یا محرر کا نام اسپر نہیں ہونا چاہیئے۔ صرف اتنے لفظ ہوں۔ ناظر امور عامہ یا ناظر امور خارجیہ۔ تاروں پر صرف لفظ قادیان نہیں چاہیئے بلکہ قادیان سکرٹری دو لفظ ہونے چاہئیں۔ ۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء

محمد صادق عفا اللہ عنہ۔ ناظر امور عامہ و ناظر امور خارجیہ قادیان

رشتے درکار ہیں ایک کنواری سیدزادی عمر ۱۴ سالہ کا نکاح مطلوب ہے۔ اہل حاجت مجھ سے خط و کتابت کریں۔

(۲) ایک اور معزز خاندان کی لڑکی کا نکاح مطلوب ہے۔ جو خواندہ اور امور خانہ داری سے واقف ہے۔ ساٹھ ستر روپے ماہوار سے متجاوز آمد کے احمدی احباب خط و کتابت کریں۔ جواب کے لئے ٹکٹ۔ (اکمل قادیان)

قابل تقلید مثال بندہ نے ترقی پر مبلغ پچاس روپیہ اشاعت اسلام کے واسطے انجمن احمدیہ کیمبل پور کو دیدیا ہے۔ کہ اسکو قادیان روانہ کر دیں۔ ہر ایک احمدی بھائی جو کوئی خوشی حاصل کرے۔ تو حسب توفیق حضور بغرض اشاعت اسلام در شکول دیوے۔ جمعدار حیات محمد خان احمدی ۲۔۳ کیمبل پور

بنگہ میں جلسہ احمدیہ ۲۷ اور ۲۸ جنوری کو مولانا غلام رسول صاحب مولوی اللہ دتا و حافظ جمال احمد صاحبان کے لیکچر نہایت کامیابی سے ہوئے۔

آریوں سے بھی کامیاب مباحثہ ہوا۔ ایک شخص احمدی ہوا۔ (تار)

مولوی عنایت اللہ صاحب تاجر کتب بیمار ہیں۔ دعائے صحت ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

یوم سہ شنبہ قادیان دارالامان یکم فروری ۱۹۲۷ء

جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء پر تقریریں

تقریر جناب حافظ روشن علی صاحب

بیعت کے اغراض اور فوائد

حضرات بیعت بھی انہی کاموں میں سے ہے جو عموماً مسلمانوں کو کرنے پڑتے ہیں۔ جس طرح نماز روزہ وغیرہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح بیعت بھی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اور جس طرح روزہ و نماز وغیرہ کی غائت و غرض معلوم کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح بیعت کی بھی غرض اور فائدہ معلوم کرنا ضروری ہے۔

معنی بیعت

پہلے ہمارے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہم بیعت کے معنے معلوم کریں۔ تو بیعت کے معنی ہیں بیچنا یا خریدنا۔ بیع و بیعت ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔ بیع کا لفظ عموماً جسمانی اشیاء کی خرید و فروخت پر بولا جاتا ہے۔ اور بیعت کا لفظ عموماً معاہدات پر بولا جاتا ہے۔ عربی زبان میں بائع کے معنے عاھد کے بھی آسکتے ہیں۔ یعنی معاہدہ کیا۔ اور شرعی اصطلاح میں اسی معنی میں لفظ بیعت استعمال ہوتا ہے۔ یعنی معاہدہ پر بیعت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ معاہدہ مختلف آیات میں مذکور ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذین یبایعونک الخ اس آیت میں لفظ بیعت زبردست معاہدہ کے معنی میں آیا ہے۔ جس کا پورا کرنا اجر کا مستحق بنا دیتا ہے۔

ضرورت بیعت

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ بیعت کی ضرورت کیا ہے۔ جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ بیعت بھی مسلم کے لئے ایسی ہی ضروری ہے۔ جیسے نماز تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ بیعت کی اسیطرح ضرورت ہے جس طرح نماز کی ضرورت ہے۔ اصل بیعت دل کی ہے جو درحقیقت اللہ تعالےٰ سے ہوتی ہے۔ لیکن جس طرح قلبی باتوں کا اظہار ظاہری اعضاء کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس دلی معاہدہ کا اظہار بھی ظاہر اعضا کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی عظمت دل میں ہوتی ہے۔ مگر اس کا اظہار بھی ہمیں نماز سے کرنا پڑتا ہے۔ اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے میں یہ راز ہے۔ کہ جب انسان کسی کام میں پڑ جاتا ہے۔ تو وہ یہ محاورہ بولتا ہے۔ کہ میں نے اس کام میں ہاتھ ڈال دیا ہے۔ گویا یہ محاورہ بولنے سے اس بات کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ کہ میں ہمہ تن اس میں مصروف ہو گیا ہوں۔ کیونکہ ہاتھ تمام جسم کی طرف سے قائم مقام ہوتا ہے۔

ازالہ غلطی

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ جب ہم مرزا صاحب کو اچھا سمجھتے ہیں۔ تو ہمیں بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت جو تمہارے دلوں میں ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت جو تمہارے دلوں میں ہوتی ہے۔ اس کا اظہار نماز کے ذریعہ کرنے ہو یا نہیں۔ اسی طرح ہر شخص جو دل میں کسی کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اس سے محبت کا اظہار کئی ذرائع سے کرتا ہے یا نہیں۔ یہ نیچرل قاعدہ ہے۔ کہ جو بات دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہے۔ اس کا اثر ضرور ظاہر پر بھی ہوتا ہے۔ اسی کی طرف رسول اللہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ۔ کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔ الا وھو القلب یعنی وہ دل ہے کہ جب وہ خراب ہوتا ہے۔ تو اس کا تمام جسم پر اثر پڑتا ہے۔ اور خرابی واقع ہوتی ہے۔ اور جب وہ صلاحیت پر ہوتا ہے تو تمام جسم صلاح پذیر ہوتا ہے۔

بیعت میں نیابت

بیعت میں نیابت بھی ہوتی ہے۔ یعنی جس کی بیعت ضروری ہے اس کے نائب کے ہاتھ پر بھی بیعت کی جاتی ہے۔ چنانچہ دنیاوی کاموں میں نیابت ہوتی ہے۔ اسی طرح خدائی سلسلوں میں بھی نیابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی جس کو میں نے پڑھا ہے ایک نیابت کا ذکر ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کی نیابت ہے۔ حضرت نبی کریمؐ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نائب ہیں۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا درحقیقت خدا تعالےٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہوتا ہے۔ اور پھر انبیاء کے قائم مقام ان کے خلفاء ہوتے ہیں۔ جس طرح انبیاء کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے جو اللہ تعالےٰ کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اسی طرح خلفاء کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے۔ جو انبیاء کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ پھر خلیفہ کو اختیار ہوتا ہے۔ کہ وہ آگے دوسروں کو بیعت لینے کا اختیار دے۔ جس طرح حضرت نبی کریمؐ نے حضرت عمرؓ کو بیعت لینے کا اختیار دیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفہ اول و ثانی نے بھی بیعت لینے کا بعض دوستوں کو اختیار دیا ہے۔ پھر بیعت میں بھی نیابت ہے۔ زبانی بیعت کی قائم مقام تحریری بیعت بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے تحریری بیعت کی تھی۔ اصل بیعت تو ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔ اور اس کی نیابت تحریری بیعت ہے۔

مقصد بیعت

بیعت کا پہلا مقصد یہ ہے۔ کہ معاہدہ کو مضبوط کیا جائے

دوسرا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو مددگار بنائے۔ کیونکہ ہمارے پاس جو ہے۔ وہ ہم اللہ تعالےٰ کا اس شرط پر کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنا سب کچھ ہمارا بنا دے۔ اسی وجہ سے آیت بیعت میں فرمایا۔ ید اللہ فوق ایدیھم کہ خدا تعالےٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا۔ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب وہ دین کی مدد جان و مال سے کرنے کا وعدہ کرینگے۔ اور اس کا اعلان کرینگے تو میرا ہاتھ ان پر ہوگا۔ جہاں ان کا ہاتھ چلیگا۔ وہاں میرا ہاتھ چلیگا۔ یعنی اس معاہدہ سے میں ان کا مددگار بن جاؤں گا۔ اس مضمون کو دوسری جگہوں میں بھی بیان فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا ان اللہ مع الذین اتقوا۔ کہ اللہ تعالےٰ متقیوں کی معیت میں ہے۔

تیسرا مقصد رضاء الٰہی کا حصول ہے۔ اللہ تعالےٰ شکریہ سے راضی ہوتا ہے۔ اور بیعت کے ذریعہ شکریہ کا اظہار ہوتا ہے۔ جس نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ بیعت کیا ہے۔ جان و مال اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں دیدینا ہے۔ جو در اصل اسی کا ہے اور جس کی حفاظت ہمارے اقتدار سے باہر ہے۔ درحقیقت کسی چیز کی ہم اللہ تعالےٰ کے منشاء کے خلاف حفاظت نہیں کر سکتے دیکھو زار روس کتنا بڑا زبردست بادشاہ تھا۔ رعایا اس کے خوف سے کانپتی تھی۔ جب وہ تباہ ہونے لگا۔ تو کس چیز کی وہ حفاظت کر سکا؟ اس کی تباہی نے بتا دیا۔ کہ اس جان و مال اور عزت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس جان و مال اور عزت و آبرو کو ہم بیعت کے ذریعہ اس زبردست بادشاہ اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں دیدیتے ہیں۔ جس سے کوئی ہستی چھین نہیں سکتی۔ اور اس ادائے سے فعل پر ہمیں کیا ملتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی رضا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک۔ کہ بیعت کے ساتھ رضاء مولےٰ وابستہ ہے۔ بیعت کے نتیجہ میں رضا حاصل ہوتی ہے۔

چوتھا مقصد یہ ہے۔ کہ جو اخلاص دل میں ہے۔ اس کا اظہار ہو۔ اور دوسرے لوگوں کو اس کے اخلاص اور عقیدہ کا علم ہو۔ اس سے آپس میں اخوت قائم ہوتی ہے۔

پانچواں مقصد یہ ہے۔ کہ جب باہمی اخوت قائم ہوتی ہے تو علیحدگی کی وجہ سے جو پریشانی اور حیرانی تھی وہ دور ہو جاتی ہے اور باہمی اتفاق و اتحاد کی تاریں ملکر رہنے کی صورت میں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ جب سلسلہ اتحاد اور رابطہ بڑھتا ہے۔ تو ہر مومن

کا دل مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور تسکین قلب حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فانزل السکینۃ علیہم کہ اللہ تعالےٰ نے اس بیعت کے بعد مومنوں کے دلوں پر سکینت نازل کی۔ ہر ایک مبائع جانتا ہے کہ بیعت سے پہلے اس کے دل کی کیا حالت تھی اور بعد میں کیا حالت ہو گئی ؟

چھٹا مقصد یہ ہے۔ کہ آخرت سنور جائے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ جو شخص محض دنیا کی عزت کے لئے امام کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ اس سے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کلام نہیں کرے گا۔ پس بیعت آخرت کے لئے کرنی چاہیئے۔ اور قرآن کریم نے بھی یہی مقصد بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ان اللہ اشتری من المومنین اموالہم و انفسہم بان لہم الجنۃ۔ یعنی خدا تعالےٰ نے مومنوں سے مال و جان اس لئے خریدا ہے۔ کہ ان کو جنت ملیگا۔ اب میں بیعت کنندگان کے لئے وہ فرائض بیان کرتا ہوں۔ جو قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔

پہلا فرض یہ ہے۔ التائبون کہ اوّل بیعت کنندہ اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرے۔ توبہ کے معنے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔ من تاب و عمل صالحاً فانہ یتوب الی اللہ متابا۔ کہ بدیاں چھوڑ کر نیکیاں اختیار کرے ٭

دوسرا فرض یہ فرمایا ہے۔ العابدون۔ کہ بیعت کنندگان خدا تعالےٰ کے لئے تذلل اختیار کریں۔ ہر رنج اور خوشی میں خدا کی طرف قدم آگے بڑھائیں ٭

تیسرا فرض یہ فرمایا ہے۔ الحامدون۔ کہ وہ حمد کرنے والے ہوں۔ بعض لوگ کام کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ شاکی رہتے ہیں مگر بیعت کنندگان کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ دین کی خدمت بھی کریں۔ اور اس پر خوش ہوں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ بوجھ محسوس کریں۔ اور شاکی ہوں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کا شکر کریں۔ اس کی حمد کریں۔ کہ اس نے اپنے فضل سے انہیں خدمت کے لئے چنا ہے جیسے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

ہاں منافقوں کی یہ علامت قرآن کریم نے بیان کی ہے۔ کہ مال کو خرچ تو کرتے ہیں۔ لیکن دل کی کراہیت کے ساتھ حالانکہ کبھی بیمار کے لئے بھی مال خرچ کرنے پر افسوس ہوتا ہے۔ لیں خدمت دین پر یہی کہو ؎

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمتگزار

چوتھا فرض فرمایا۔ السائحون۔ کہ نہ صرف خود خدمت دین بجا لائیں۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملائیں۔ خدا کے دین کی طرف لوگوں کو بلائیں یعنی دین کے لئے سفر اختیار کرتے ہیں ٭

پانچواں فرض فرمایا۔ الراکعون۔ کہ بیعت کرنے والوں کی گردن ہر وقت خدا تعالےٰ کے آگے جھکی رہے۔ یعنی وہ ہر وقت خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار رہیں ٭

چھٹا فرض یہ فرمایا۔ الساجدون۔ خدا تعالےٰ کی راہ میں انتہائی درجہ کا تذلل کریں۔ سجدہ میں ناک اور ماتھا جو سب سے اونچی اور معزز چیزیں ہیں۔ وہ انسان خاک پر رکھ دیتا ہے۔ تو بیعت کنندہ شخص بھی اپنی ہستی کو خدا کی راہ میں اگر خاک میں بھی ملانا پڑے۔ تو دریغ نہ کرے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں ؎

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ساتواں فرض۔ الآمرون بالمعروف۔ کہ وہ نیکی کا معلم بن جائے۔ نیکی کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ کہ آمر کو عظمت حاصل ہو۔ اور ساجدین انتہائی درجہ کا تذلل چاہتا ہے۔ یہ دونوں مقام ایک دوسرے کے بظاہر بالکل مخالف معلوم ہوتے ہیں۔ پہلے تو فرمایا۔ کہ تم انتہائی درجہ کا تذلل اختیار کرو۔ اور اب فرمایا۔ الآمرون بالمعروف۔ کہ تم دنیا کے رہنما اور معلم بن جاؤ۔ اور آمر بننا عزت و استعداد چاہتا ہے ٭ پس معلم انسان تبھی بن سکتا ہے۔ جب وہ معزز ہو تو یہ پہلی بات کے بالکل مخالف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جب تم ہمارے لئے انتہا درجہ کا تذلل اختیار کرو گے۔ تو پھر ہم تم کو بلند کر دینگے۔ اور لوگوں کو تمہاری طرف متوجہ کر دینگے۔ اور تمہاری قبولیت دنیا میں پھیلا دینگے ٭

حدیث میں بھی آتا ہے۔ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے تذلل اختیار کرتا ہے۔ خدا اس کو بلند کرتا ہے۔ اور عزت دیتا ہے۔ گویا سب سے بلند رتبہ اس کو عطا کرتا ہے ٭

آٹھواں فرض یہ ہے۔ کہ وہ الناھون عن المنکر ہوں۔ یعنی بدیوں کو دنیا سے ہٹا دیں۔ سوال ہوتا ہے۔ کہ ناھون کو پیچھے کیوں رکھا۔ حالانکہ پہلے بدی سے ہٹانا ہوتا ہے۔ پھر نیکی پر چلانا آتا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ پہلے کوئی اچھی چیز دکھائی جائے۔ تب بدی سے نفرت پیدا ہوتی اور اس کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ بدی کے چھڑانے کے لئے ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اچھی چیز دکھائی جائے۔ اس لئے پہلے امر بالمعروف کو رکھا اور نہی عن المنکر کو پیچھے رکھا۔ دوسری وجہ نہی عن المنکر کو پیچھے رکھنے کی یہ ہے۔ کہ نیکی بتانا بدی سے روکنے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ بدی بہیمیت کی تابعداری ہے۔ اور بدی کا چھوڑنا مشکل کام ہے۔ اس لئے فرمایا کہ کسی شخص یا قوم سے بدی چھڑانے کا ایک یہ طریقہ بھی ہے۔ کہ اس کے اندر اتنی نیکی پیدا کر دو کہ اسے بدی کی فرصت ہی نہ ملے۔ ایک دفعہ یہاں ایک شخص آیا۔ جس کو حقہ کی بڑی عادت تھی۔ جب وہ چند دن یہاں رہا۔ تو کہنے لگا۔ یہاں تو حقہ پینے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ پہلے صبح حضرت سیر کو تشریف لے جاتے ہیں۔ پھر واپس آکر ابھی کھانا کھاتے ہیں۔ تو ظہر کی اذان ہو جاتی ہے نماز کے لئے تیاری ہوتی ہے۔ ظہر سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعودؑ بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد عصر کی اذان ہوتی ہے۔ تو نماز عصر کے لئے تیاری ہوتی ہے۔ جب نماز عصر سے فارغ ہو کر آتے ہیں۔ تو ابھی حقہ کی ایک چلم بھی نہیں پیتے۔ کہ شام کی اذان ہو جاتی ہے۔ یہاں تو پچاسوں نمازیں ادا ہوتی ہیں۔ حقہ کی ایک چلم بھی تو نہیں پی سکتے ٭

نواں فرض یہ ہے۔ و الحافظون لحدود اللہ۔ کہ خدا کی حدود کی نگہبانی کرتے ہیں۔ تمہارا عملی نمونہ ایسا ہو۔ کہ لوگ اسے دیکھ کر خود بخود بدیوں کو چھوڑ دیں۔ اور نیکی کی طرف کھینچے چلے آئیں۔

یہ نو فرائض ہیں جو قرآن کریم نے بیعت کرنے والوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ان سے ہر شخص بیعت کرنے والا سمجھ سکتا ہے۔ کہ کیا کیا اس کی ذمہ داریاں ہیں۔ یہ زمانہ بھی ایک نبی کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے تازہ نشانوں کے ساتھ مسیح موعودؑ کو بھیجا۔ اور پھر سلسلہ بیعت کو جاری کیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ پہلے بیعت نہ لیتے تھے۔ آخر جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو بیعت لینے کے لئے حکم دیا۔ تو آپ نے بیعت کا اعلان فرمایا۔ اور بیعت کے لئے دس شرائط مقرر کئے۔ وہ دس شرائط جناب حافظ صاحب نے سبز اشتہار اور تبلیغ رسالت سے پڑھ کر سنائے۔ ان میں سے ایک شرط اطاعت فی المعروف ہے۔ جس سے بعض لوگوں نے یہ دھوکا کھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اس بات میں حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کرینگے۔ جو ہمارے اجتہاد میں معروف ہو۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے بھی تو یہی شرط رکھی ہوئی تھی۔ وہاں تو کسی نے اطاعت فی المعروف کے یہ معنے نہیں کئے۔ جو آج کئے جاتے ہیں۔ پھر تبلیغ رسالت میں آپ کا جو بیعت کے متعلق اعلان چھپا ہوا ہے۔ اس سے بھی یہ معنے ثابت نہیں ہوتے۔ خلفاء بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں۔ جن کی بیعت حضرت مسیح موعودؑ کی ہی بیعت ہے۔ اس لئے خلفاء کی بیعت بھی ضروری ہے ٭

الفضل کی توسیع اشاعت

احباب غالباً اپنے اس فرض کو بھول گئے ہیں۔ جو ان پر الفضل کی توسیع اشاعت کے متعلق عائد ہوتا ہے۔ الفضل کو جتنا بھی آپ پھیلائینگے۔ اتنا ہی اپنے تبلیغی فرض سے سبکدوش ہونگے۔ سالانہ وی پی اکثر احباب کو جلسہ سالانہ پر قیمت نہ دینے کی وجہ سے کئے گئے تھے۔ مگر واپس آ رہے ہیں۔ یہ خلاف توقع بات ہے ٭

ناظم طبع و اشاعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پر سوامی شردھانند کے قتل متعلق بعض اعتراضات کا جواب

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۷ء

خطبہ جمعہ سے پہلے حضور نے جناب مولوی ظہور حسین صاحب کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ جو آمنہ بنت شیخ غلام احمد صاحب واعظ سے پانسو روپیہ مہر پر قرار پایا۔ اور فرمایا کہ دوست خصوصیت سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس شادی کو مولوی صاحب کے لئے بابرکت فرمائے۔ ان کے لئے دعا کا ہم پر زیادہ حق ہے کیونکہ انہوں نے سلسلہ کے لئے بہت تکالیف اٹھائی ہیں۔ اس کے بعد خطبہ جمعہ فرمایا :-

---

آج میں ایک ایسے امر کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اس بات کا مقتضی تھا۔ کہ بجائے اس کے زبانی بیان کرنے کے اسے تحریر میں لاتا۔ لیکن دس بارہ دن سے مجھے روزانہ حرارت ہوتی ہے۔ اور سینہ میں بھی درد رہتا ہے اس لئے لکھنے کا کام حتی الوسع کم کرتا ہوں۔ آج مناسب سمجھتا ہوں کہ خطبہ جمعہ جو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق بہرحال مجھے کرنا پڑتا ہے۔ بجائے اس مضمون کو پیچھے ڈالنے کے آج کے خطبہ میں ہی اسے بیان کر دوں۔ تاکہ وقت پر وہ لوگوں تک پہنچ جائے۔

وہ مضمون ان امور کے متعلق ہے۔ جو شردھانند صاحب کے قتل کے متعلق پیدا ہوئے ہیں۔ جلسہ کے موقعہ پر میں نے بیان کیا تھا۔ کہ ان کا قتل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ اور اب تک میری طبیعت کا رجحان اس طرف ہے۔ کہ یہ قتل پیشگوئی کے مطابق ہوا ہے۔ پیشگوئی کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی آریوں میں سے ہی اس شخص کے متعلق ہے۔ جو مسلمانوں اور آریوں کے باہمی تعلقات کو کشیدہ کرنے میں لیکھرام صاحب کی طرح ہی ثابت ہوگا۔ اور شردھانند صاحب کا قتل بہت سی باتوں میں لیکھرام صاحب کے قتل سے مشابہ ہے۔ اور نتائج کے لحاظ سے بھی شردھانند صاحب کی زندگی لیکھرام صاحب کی زندگی سے ملتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ لیکھرام صاحب کے متعلق پیشگوئی کے جو دو حصے تھے۔ وہ دوسرا حصہ بھی اس واقعہ سے پورا ہو گیا ہے۔

لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس اعتقاد پر کچھ اعتراضات بعض اپنوں کی طرف سے اور بعض غیروں کی طرف سے ہیں۔ اور بعض ایسے امور پیش آرہے ہیں۔ کہ جو ہندوستان کی سیاست اور تمدن پر اثر ڈال رہے ہیں۔ اس لئے میں ان امور کے متعلق وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنوں کے لئے ہدایت اور دوسروں کے لئے علم کا موجب ہو۔

کہا جاتا ہے۔ کہ ایک ہی پیشگوئی جس میں دو شخصوں کے قتل کی خبر دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک کے قاتل کو برا نہیں کہا جاتا۔ اور دوسرے کے قاتل کو برا کہا جاتا ہے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

اگر ایک کا قتل جائز اور درست تھا۔ تو دوسرے کا بھی جائز اور درست ماننا چاہیئے۔ اگر ایک کا قتل ناجائز ہے۔ تو دوسرے کا بھی ناجائز ہے۔ اگر ایک کا قاتل قابل ملامت نہیں۔ تو دوسرے کا بھی قابل ملامت نہیں۔ اگر یہ فعل جائز ہے تو دونوں کے لئے جائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو دونوں کے لئے ناجائز ہے۔ اور اگر قاتل قابل ملامت ہو سکتے ہیں۔ تو دونوں ہی قابل ملامت ہونگے۔ اگر نہیں تو دونوں ہی ملامت کے قابل نہیں۔

بیشک یہ شبہ درحقیقت ناواقفیت سے پیدا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لیکھرام صاحب کا قاتل پکڑا نہیں گیا۔ اور شردھانند صاحب کے قتل کا ملزم پکڑا گیا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ہمارا فیصلہ بھی مختلف ہو جائے گا۔

یہ قدرتی بات ہے۔ کہ جب تک کسی پر الزام ثابت نہ ہو تب تک وہ مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور بغیر حالات دیکھے ہم یونہی کسی کو مجرم نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ایسے قابل مواخذہ ٹھہرا سکتے ہیں۔ ایک ہی شخص ایک فعل کے کرنے پر قابل مواخذہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا اس فعل کے کرنے پر مجرم نہیں ہوتا۔ یہی قتل کا فعل ہے۔ بعض دفعہ یہ فعل بجائے ملامت اور سزا کے تعریف اور انعام کا مستحق بنا دیتا ہے۔ مثلاً ایک سپاہی میدان میں دشمن کا جتنا زیادہ نقصان کریگا اور جتنی زیادہ خونریزی کریگا۔ اتنا ہی زیادہ اس کو انعام ملے گا۔ اور اس کی تعریف کی جائیگی۔ لیکن اسی فعل پر دوسرا شخص مجرم ٹھہرایا جا کر سزا کے نیچے آئیگا۔ جس نے بغیر استحقاق کے عمداً وہ فعل کیا۔

دنیا میں کوئی فعل اپنی ذات میں معیوب نہیں ہوتا۔ بلکہ حالات کے ماتحت برا ہوتا ہے۔ اگر وہ فعل ایسے حالات میں کیا جائے کہ جن میں وہ فعل جائز اور پسندیدہ ہو۔ تو اس فعل کا کرنیوالا قابل تعریف ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسے حالات میں وہ فعل کرے، کہ وہ اس فعل کے کرنے پر اخلاقاً یا قانوناً مجبور ہے۔ تب بھی وہ قابل ملامت نہیں ہوگا۔ اگر ان میں کوئی بات نہ ہو۔ تو وہ مجرم ہوگا۔ مثلاً قاتل نے شریعت کے ماتحت اپنے ملک اور قوم کی حفاظت کے لئے میدان جنگ میں دشمن کے بہت سے آدمی قتل کئے ہیں۔ تو اس کا فعل نہ صرف جائز بلکہ قابل تعریف ہوگا۔ اور وہ قاتل تعریف کا مستحق ہوگا۔ یا ایسی طرز پر کسی کو قتل کیا ہے، کہ وہ اس قتل پر مجبور ہے۔ مثلاً جلاد ہے، وہ حکومت کی طرف سے اس شخص کے قتل پر مجبور ہے۔ جس کے قتل کا حکم حکومت کی طرف سے جاری ہو چکا ہے۔ اور یہ شخص اس کے قتل پر مقرر ہے۔ تو اس کا فعل بھی جائز سمجھا جائیگا۔ یا اگر پاگل جنون کی حالت میں کسی کو مار دے۔ تو وہ بھی قابل الزام نہیں ہوگا۔ یا کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز کسی پر اتفاقی طور پر گر پڑے جس سے دوسرا شخص مرجائے۔ تو وہ بھی زیر الزام نہیں آئے گا۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ وہ شخص ہوش و حواس میں تھا۔ اتفاقی طور پر وہ فعل اس سے سرزد نہیں ہوا۔ ... اور اس نے عمداً یہ فعل کیا ہے۔ تو وہ مجرم قرار دیا جائے گا۔ لیکن ان تمام باتوں کا یقینی فیصلہ تبھی ہو سکتا ہے۔ جب ملزم پکڑا جائے۔ اور اس کے تمام حالات معلوم ہوں۔ پھر یہی معلوم ہو۔ کہ کن حالات کے ماتحت وہ اس فعل کا مرتکب ہوا۔

اب لیکھرام صاحب کا قاتل تو پکڑا نہیں گیا تھا۔ اور وہ ہمارے سامنے نہیں آیا۔ اور اس کے حالات ہمارے سامنے نہیں آئے۔ اس لئے ہم اسے کیسے قابل ملامت کہہ سکتے ہیں۔ اور مجرم قرار دے سکتے ہیں۔

گو مذہبی طور پر تو ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ لیکھرام صاحب کے قتل میں انسان کا دخل ہی نہیں۔ اس قتل میں ملائکہ کا ہاتھ تھا۔ اس صورت میں وہ اعلیٰ درجہ کا فعل تھا۔ کیونکہ فرشتہ نے خدا کے حکم کے مطابق وہ کام کیا۔ اور قدرتی فعل تھا۔ قدرتی فعل کو ہم برا نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً سنکھیا زہر قاتل ہے۔ اس کا ہلاک کرنا قدرتی امر ہے۔ لیکن پھر بھی ہم کہتے ہیں۔ کہ چونکہ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ آیا لیکھرام صاحب کو فرشتہ نے قتل کیا۔ یا ایسے شخص نے جو ہمارے علم و عقل

سے بالا ہے۔ کیونکہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس لئے ہم اس کے متعلق کوئی رائے نہیں قائم کر سکتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ لیکھرام صاحب کا قاتل ان کی قوم کا ہی کوئی شخص ہو۔ کیونکہ واقعہ لیکھرام صاحب کے بعد خود آریہ قوم کے ایسے بیانات شائع ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ باہمی جھگڑوں کے سبب مارے گئے۔ جیسے کہ بعض نے لکھا۔ کہ وہ اپنے ہمسایوں کے کسی جھگڑے میں قتل ہوئے۔ اب جب ہمیں نہ یہ معلوم ہے۔ کہ وہ فرشتہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور نہ یہ معلوم ہے۔ کہ وہ کسی معذور کے ہاتھ سے مارے گئے تو ہم کیسے ان کے قاتل کے متعلق فیصلہ کریں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہنے کو تیار ہیں۔ کہ اگر انسانوں میں سے کسی شخص نے انہیں عمداً قتل کیا اس کے ہوش و حواس درست تھے۔ اس کی عقل ٹھکانے تھی۔ اور نہ اتفاقی طور پر اس سے وہ فعل ہؤا۔ نہ کسی فوری جوش کی حالت میں اس نے یہ فعل کیا۔ تو وہ مجرم تھا۔ لیکن چونکہ ہم کو معلوم نہیں۔ کہ وہ قاتل کون تھا۔ اور اس کے کیا حالات تھے کن حالات میں اس نے اس فعل کا ارتکاب کیا۔ اس لئے ہم اس قتل کے متعلق اور قاتل کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خصوصاً جبکہ ہمیں آریہ قوم کے بیانات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے قتل کے اسباب میں سے بعض اندرونی تنازعات بھی تھے۔ تو پھر ہم غیر جانبدار ہونے کی صورت میں قاتل کو مجرم کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

باقی چونکہ شردھانند صاحب کے قاتل کے حالات ایک حد تک ہمارے سامنے بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان خیالات و حالات کے متعلق کہا ہے۔ کہ ان معتقدات و حالات کا رکھنے والا جو کوئی بھی ہو۔ اس نے نہایت بھیانک فعل کا ارتکاب کیا۔ اور دو قوموں کے امن کو برباد کرنا چاہا ہے۔ لیکن پنڈت لیکھرام صاحب کے قاتل کے متعلق ہم کوئی رائے نہیں قائم کر سکتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس قاتل نے ایسے حالات میں قتل کیا ہو۔ کہ جن کے ماتحت وہ اس فعل پر قابل تعریف ہو۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا یہ فعل جائز ہو۔ ایسے حالات میں اس نے یہ فعل کیا۔ جن کے ماتحت یہ فعل قانوناً اور عقلاً جائز ہو اور ہو سکتا ہے۔ کہ وہ قاتل معذور ہو۔ مثلاً وہ دیوانہ ہو۔ یا اتفاقی طور پر اس کے ہاتھ سے کوئی چیز ایسے طور سے گری ہو جس سے وہ قتل ہو گئے ہوں۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے ہی کسی آدمی کے ہاتھ سے بعض باہمی تنازعات کی بنا پر مارے گئے ہوں۔ جیسا کہ ہندو قوم کے اپنے بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ اگر قاتل نے یہ فعل خدا تعالیٰ کے تصرف کے ماتحت کیا ہے۔ کیونکہ درحقیقت یہ فعل فرشتہ کا فعل تھا۔ جو انسانی ہاتھوں سے خدا تعالیٰ کے تصرف نے کرایا۔ تو پھر قاتل کو قابل ملامت کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اور کیوں اس پر الزام آتا ہے۔ اس کا ایک ضمنی جواب تو پہلی بات میں ہی جو بیان کر چکا ہوں۔ آ گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ فرشتہ کے فعل کے ہرگز یہ معنے نہیں۔ کہ اس کے فعل کے ماتحت ہر انسان کا فعل معذور قابل تعریف ہوتا ہے۔ مثلاً ہر ایک کی جو جان نکالی جاتی ہے۔ وہ فرشتہ کے ذریعہ ہی نکالی جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہر قاتل معذور نہیں سمجھا جائے گا یا قابل تعریف نہیں ہوگا اگر یہ بات ہو۔ کہ فرشتہ کا جو فعل انسان کے ذریعہ ہو۔ اس میں انسان معذور سمجھا جائے۔ تو دنیا میں ہر قاتل معذور سمجھا جائے گا

اصل بات یہ ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:- ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاسق اللہ تعالیٰ فاسق آدمی سے بھی دین کی تائید کا کام لے لیتا ہے ایک شخص دین کی خدمت کر رہا ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ فعل خود اس کے لئے فسق کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں اس کی ایک مثال نظر آتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک شخص میدان جنگ میں کفار سے بڑی عمدگی سے لڑ رہا تھا۔ جہاں مسلمانوں پر حملہ ہوتا تھا۔ وہاں وہ پہنچتا۔ یہاں تک کہ اکثر مسلمان کہنے لگے۔ کہ یہ کیسا ہی اچھا شخص ہے۔ کس جوش اور عمدگی کے ساتھ دین کی خدمت کر رہا ہے۔ لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر دنیا کے تختہ پر کوئی جہنمی دیکھنا ہو۔ تو اس شخص کو دیکھ لو۔ اب یہ مسلمانوں کے لئے کیسے ابتلا کا موقع تھا۔ کہ ادھر یہ شخص بڑھ بڑھ کر قربانیاں کر رہا تھا۔ ادھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ اس پر ایک شخص اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ تا اس کا انجام دیکھے۔ اس نے کہا کہ رسول کریمؐ تو ضرور سچے ہیں۔ مگر چونکہ بعض کمزور مسلمانوں کے شبہ میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ اس لئے میں اس کا ضرور انجام دیکھوں گا۔ چنانچہ اس خیال سے اس کے پیچھے لگ گیا۔ لڑنے کے بعد اسے دیکھا۔ کہ وہ زخموں کی وجہ سے کراہ رہا تھا۔ صحابی نے کہا۔ تم نے آج بڑا کام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسلام کی خاطر جنگ نہیں کی۔ بلکہ مجھے ان قبائل سے دشمنی تھی اور آخر اس نے زخموں سے تنگ آ کر ایک بھالے پر اپنے آپ کو ڈال کر خودکشی کر لی۔ جو یقیناً اسلام کے نزدیک جہنم میں لیجانیوالا فعل ہے۔ تب وہ صحابی فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا۔ جبکہ آپ صحابہؓ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس شخص کا انجام بتایا۔ جس کے متعلق نبی کریمؐ نے خبر دی تھی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی ایک شخص ایسا کام بھی کرتا ہے۔ جو ہوتا تو دین کا ہے۔ لیکن اس کے لئے وہ فعل موجب فسق ہوتا ہے۔ جس طرح یہ شخص کام تو دین کا کرتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ دین کی خاطر نہیں لڑ رہا تھا۔ بلکہ وہ اپنے غصہ کے لئے لڑ رہا تھا۔ اور محض اپنے غصہ اور کینہ کی بنا پر لڑنا اسلام میں حرام ہے۔ اس لئے یہی فعل اس کے فسق کا موجب ہو گیا تو بسا اوقات انسان ایسا کام کرتا ہے۔ جو دین کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اور اس شخص کے لئے جہنم کا موجب ہوتا ہے۔

پھر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر فرشتوں نے تصرف کر کے یہ کام کرایا۔ تو بھی قاتل مجرم نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تصرف دو قسم کے ہیں۔ ایک تصرف اعمال کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ اور ایک تصرف براہ راست ہوتا ہے۔ براہ راست تصرف کے ماتحت کام کرنیوالا مجرم نہیں ہوتا لیکن وہ کام جو اس تصرف کے ماتحت ہو۔ جو پہلے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کا کرنے والا مجرم ہوگا۔ یہ تصرف گناہوں کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ انسان بہت سے گناہ کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اور گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ مثلاً شرابی کو پہلی بار شراب کے نتیجہ میں اور بھی شراب پینی پڑیگی۔ اسی طرح چور کو چوری کی عادت بار بار چوری پر مجبور کریگی۔ جھوٹ بولنے والے کو جھوٹ بولنا پڑیگا۔

آج جس سے شراب خوری کا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اگر پہلی شراب نہ پیتا۔ تو آج بھی وہ شراب پینے پر مجبور نہ ہوتا۔ چور اگر پہلی دفعہ ہی چوری سے بچ جاتا تو آج اسے چوری کا خیال نہ آتا۔ تو کئی گناہ ہیں جو پہلے گناہ کے نتیجہ میں ہوتے ہیں۔ ہاں یہ عادتیں فرشتوں کے تصرف کے ماتحت ہوتی ہیں۔ پس شردھانند صاحب کے قاتل سے جو قتل کا فعل ہؤا ہے وہ ان معتقدات و حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے پہلے گناہوں اور اندرونی کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اور وہ ویسا ہی زیر الزام ہے۔ جیسے دنیا میں اور مجرم ہیں۔ جن سے پہلے گناہوں کے نتیجہ میں بعض گناہ سرزد ہوتے ہیں۔

پھر پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ پیشگوئی ہوتی ہے جس میں خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ کہ میں یہ کروں گا۔ میں حکم دیکر یوں کراؤں گا۔ اور ایک وہ پیشگوئی ہوتی ہے۔ جس میں یہ خبر دیتا ہے کہ تم یوں کرو گے۔ یعنی جو کام ہم نے آئندہ زمانہ میں کرنا تھا اس کے متعلق ہمیں پہلے سے خبر دیدیتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ اپنے اختیار سے ایسا کرینگے۔ اب شردھانند صاحب کے قتل کے متعلق جو پیشگوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں خدا نے اس لئے خبر دی ہو۔ کہ وہ شخص اپنے اس فعل

سے دو قوموں کے اندر دشمنی ڈلوا دیگا۔ اور ان کو آپس میں لڑا دیگا اس لئے اس خصوصیت کی وجہ سے اس کے بارے میں شدید کی اخلاقی طور پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کبھی خدا جبراً کوئی ایسا فعل نہیں کراتا۔ جو اس کی شریعت کے خلاف ہو۔ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے۔ تو دنیا سے امن اٹھ جائے گا۔ اب تو انگریزی گورنمنٹ ہے۔ اگر اسلامی گورنمنٹ ہو۔ اور ہمارا یہ عقیدہ ہو۔ کہ جو جرائم دنیا میں ہوتے ہیں۔ وہ جبراً اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ ہم کسی مجرم کو سزا نہ دیں۔ اور اگر ہم سزا دیں تو پھر ہم گنہگار ٹھیرینگے۔ کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے کرایا ہے ہم اس کی ہتک کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں دنیا سے امن بالکل اُٹھ جائیگا ؎

پس حقیقت یہی ہے۔ کہ یہ قتل ہمارے نزدیک اور خدا کے نزدیک بھی جرم ہے۔ اور ہر وہ شخص جو جرم کی تحقیقات کرانا چاہتا ہے یا اس کے جرم کی اہمیت میں کمی کرنا چاہتا ہے۔ تو میرے نزدیک وہ اخلاق پر تبر رکھتا ہے۔ مذہب کی پہلی غرض اخلاق کی اصلاح ہے۔ اگر کوئی مذہب بداخلاقی کی تعلیم دیتا ہے۔ تو وہ اپنی تعلیم پر کلہاڑا مارتا ہے۔

ہم اگر کہیں کہ یہ قتل آریوں کی اسلام کے خلاف اشتعال انگیز تقریروں اور تحریروں کا نتیجہ ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا اور مجرم سے ہمدردی کا اظہار کریں۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اخلاقی بدیاں پھیلینگی۔ اور ایسے فعل پر اور بھی لوگوں کو جرأت ہوگی حالانکہ اس موقعہ پر سب سے زیادہ اس بات پر زور دینا چاہیئے کہ قاتل نے بہت بُرا فعل کیا ہے۔ اور اسلام کی تعلیم کے خلاف کیا ہے ؎

اگر قاتل کو (جو کوئی بھی ہو) معمولی ہمدردی کا بھی علم ہُوا تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ ہمارے اخلاق خراب ہونگے۔ ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا ہونگے۔ جن کے نزدیک انسان کی جان کی کوئی قدر وقیمت نہ رہیگی۔ پس اپنی قوم سے ہمدردی اور احسان کرنے کے لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس فعل کو بُرا قرار دیں۔ تاکہ آئندہ اور کسی کو ہم میں سے ایسے فعل پر جرأت نہ ہو ؎

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس قتل کے بعد آریوں کا جو رویہ ہے۔ اس میں وہ غلطی کر رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ تمام عالم اسلام نے اس فعل پر نفرت کا اظہار کیا ہے اور ہر ایک مسلمان لیڈر نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے پھر بھی آریہ لوگ اسلام پر حملے کر رہے ہیں اور ملک کے امن کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ جب ہم بار بار کہتے ہیں کہ اسلام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے بھی پُرانے خیالات دور ہو جائیں۔ اور ادھر آریہ شور ڈال رہے ہیں کہ نہیں اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ کہ کافر کو ضرور قتل کیا جائے۔ تو گویا آریہ خود قتل پر مسلمانوں کو اکساتے ہیں۔ اور ان کو بتلاتے ہیں کہ تمہارے مذہب کی یہی تعلیم ہے۔ جب عوام کو یہ معلوم ہوگا کہ ہمارے مذہب کی یہی تعلیم ہے۔ تو وہ اس پر ضرور عمل کرینگے۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ امن برباد ہوگا۔ اس لئے اب اگر آئندہ اور اسی قسم کے واقعات ہوئے۔ تو اس کے ذمہ وار مسلمان نہیں ہونگے۔ اور نہ اسلام ذمہ وار ہوگا۔ بلکہ وہ آریہ اور عیسائی ہی ذمہ وار ہونگے۔ جو اسلام کی طرف ایسی تعلیم کو منسوب کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اپنی منسوب کردہ تعلیم پر عمل کرنے کے لئے تحریک کرتے ہیں ؎

اسلام تو یہ کہتا ہے۔ کہ اگر تمہارے سامنے مجرم آبھی جائے تب بھی تم خود اُسے سزا نہیں دے سکتے وہ کسی شخص کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ قانون کو ہاتھ میں لینے والے کو ویسا ہی مجرم قرار دیتا ہے۔ جیسا اور مجرم ہوتا ہے۔ پھر بھی اگر آریہ یہی کہتے چلے جائینگے۔ کہ اسلام ایسے افعال کی تعلیم دیتا ہے تو کیا اس کا یہ نتیجہ نہ ہوگا۔ کہ جاہل مسلمان کہیں گے۔ کہ واقعی اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ جو آریہ بتا رہے ہیں کہ کافروں کو مار دو۔ یہ علماء تو ڈر کے مارے اس کے خلاف کہتے ہیں۔ باوجود کئی مضامین کے کہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں۔ یہی زور دینا کہ اسلام کی تعلیم کافر کو مارنا ہی ہے۔ خود اپنے امن کو اپنے ہاتھوں برباد کرنا ہے۔ اور اس کی ذمہ واری آریوں پر ہی ہوگی۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں یہ ڈال رہے ہیں کہ تمہارے مذہب کے مطابق یہی ضروری ہے۔ کہ تم ہمیں ضرور قتل کرو ؎

اس فعل کے وقوع پر جہاں دوسرے مسلمانوں نے اظہار نفرت کیا ہے۔ خواہ بعض نے بددیانتی سے اظہار نفرت کیا۔ کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آنیوالا مسیح کفار کو تلوار سے ماریگا۔ ان کا یہ عقیدہ بتاتا ہے کہ کافر کا قتل ضروری ہے۔ لیکن بہرحال تمام مسلمان لیڈروں نے اظہار نفرت پر آواز اٹھائی ہے۔ مگر باوجود اس کے آریہ اسلام پر خطرناک حملے کر رہے ہیں۔ میں انہیں بتاتا ہوں جبکہ وہ ہماری امن پسند تعلیم سے واقف ہیں۔ جیسا کہ وہ خود بھی اقرار کر چکے ہیں۔ کہ ہمارا یہ اعلان نفرت کسی ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی ہمدردی کی وجہ سے ہے۔ پس اب باوجود اسکے واقعہ ہو جانے کے پھر اگر کوئی مذہبی مقابلہ انہوں نے شروع کیا۔ جیسا کہ پہلے علاقہ ارتداد میں ہُوا تھا۔ تو اس کا شکوہ ہم پر نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کی ذمہ واری ان پر ہوگی۔ وہ اس بات کو یاد رکھیں۔ کہ اگر اب انہوں نے اسلام پر اعتراضات شروع کئے۔ اور اس کے مقابل کھڑے ہوئے۔ تو سب سے پہلی قوم جو ان کے مقابل ہوگی۔ وہ ہماری جماعت ہوگی۔ اگر وہ اسلام کے خلاف ایک انگلی اٹھائینگے۔ تو ہم ان کے مقابل کئی انگلیاں اُٹھائینگے۔ اگر وہ اسلام پر ایک حملہ کرینگے۔ تو ہم ان کے مقابل دو حملے کرینگے۔

میرے نزدیک اس سے بڑھکر کمینہ فعل کونسا ہو سکتا ہے کہ ان کے ایک آدمی کے مارے جانے پر ہم تو ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور وہ ہمارے مذہب کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ساتھ اسلام کی عظمت اور رنگ میں ظاہر کی ہے۔ اور وہ اسطرح ظاہر ہوئی ہے کہ ہندو قوم کے افراد نے کٹارپور میں سینکڑوں مسلمان مردوں کو ہی نہیں۔ عورتوں اور بچوں کو آگ میں جلا جلا کر مارا۔ یہ کس قدر ظالمانہ فعل تھا۔ جس کی مرتکب ہندو قوم کے افراد تھے۔ لیکن ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ جاؤ۔ ایک ہندو نے بھی اس فعل پر اظہار نفرت نہ کیا۔ اور ہمدردی کی آواز نہ اُٹھائی۔ اس کے مقابل ان کے ایک آدمی کے مارے جانے پر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام مسلمان اظہار نفرت اور ہمدردی کی آواز اٹھا رہے ہیں۔ اس لئے گو یہ فعل ایک جاہل مسلمان کے ہاتھ سے ہی ہُوا۔ مگر اس میں بھی ہماری ہی فتح ہے۔ اور اس ظلم میں بھی ہم ہی مظلوم ہیں۔ دیکھو کٹارپور میں مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کو جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ زندہ آگ میں جلا کر مارا گیا۔ اور کسی ہندو کو اس بھیانک ظلم کے خلاف ہمدردی اور نفرت کا احساس نہیں ہُوا مگر جب مسلمانوں سے غلطی ہوتی ہے تو تمام یک زبان ہو کر اپنی غلطی پر نفرت اور ہندو قوم سے ہمدردی کی آواز اٹھاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اسلام میں امن پسندی کی تعلیم ہے باوجود اس کے کہ اس وقت مسلمان اسلام سے بہت دور جا پڑے ہوئے ہیں۔ پھر بھی اسلام کی امن پسند تعلیم کا اسقدر گہرا اثر ان کے دلوں پر ہے۔ کہ وہ اس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے ؎

اگر بہار اور کٹارپور کے ظالمانہ واقعات میں ہندو اپنے جرم کا اقرار کرتے۔ تو یہی مظالم دو قوموں میں صلح کا موجب ہوتے۔ لیکن ان کا اپنے جرم کا اقرار نہ کرنا بلکہ مذہب پر حملے کرنا اور اس موقعہ پر مسلمانوں کی ہمدردی کا قبول نہ کرنا بتاتا ہے کہ ہندو صلح کے لئے تیار نہیں۔ اس کے خلاف مسلمانوں کا اپنے جرم کا اقرار کرنا بتاتا ہے کہ مسلمان صلح کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے ؎

میں پھر ایک دفعہ اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اخلاق کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ اور اس جرم کو کم کرنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس کو جتنا بھی بھیانک کر کے دکھلایا جائے۔ اتنا ہی ہمارے اندر اخلاق کا خیال

مستورات کو زیورِ علم سے مزین کرو

انسانی اطوار اور اخلاق کو درست کرنے کے لئے اگر کوئی واحد اور کامل اور لاثانی ذریعہ ہے۔ تو وہ علم ہی ہے۔ اور یہی نہیں کہ صرف انسانی اخلاق ہی اس سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ بلکہ اگر سچ پوچھا جائے۔ تو اس کو روحانیات سے بھی خاص تعلق ہے۔ بیچارہ علم سے تہیدست انسان کیا شعور رکھتا ہے۔ کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے۔ وہ جاذب فضل الٰہی ہے یا عتاب الٰہی! قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور اپنے خیال کے مطابق جس کام کو وہ اپنے لئے مفید سمجھتا ہے۔ وہی اس کے نقصان کا موجب اور باعث ہو جاتا ہے۔ لاریب وہ چلتا پھرتا زندہ انسان نظر آتا ہے۔ مگر فی الحقیقت وہ مُردوں سے بھی گیا گذرا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ تاکہ ایسے مُردوں میں علم کی روح ڈالکر ان کو زندگی بخشے۔ اور حیاتِ جاودانی کا وارث بنائے ۔

اسلام نے علم کے پہلو پر بہت ہی زور دیا ہے۔ اور علم حاصل کرنا ہر ایک انسان کے لئے ضروری اور فرض قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے سردار و مولا رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے یہ کہلا کر کہ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ جب دنیا کا سب سے بڑا عالم انسان علم کا محتاج ہے۔ تو اور کون ہے۔ جو علم کی ضرورت سے مستغنی ہو سکے ۔

اس وقت میری مُراد مردوں کی تعلیم کی ضرورت اور اس کے فوائد پر بحث کرنا اور روشنی ڈالنا نہیں کیونکہ ہر ایک اس کے فوائد سے کما حقہٗ واقف و آگاہ ہے۔ بلکہ میں احباب کو اس طرف متوجہ کرنا نہایت ہی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ جس طرح وہ خود علم حاصل کرنا اپنے لئے لازمی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح وہ مستورات کو علم سکھانا بھی ضروری سمجھیں۔ جہاں وہ اپنے نفس کی اصلاح ضروری جانتے ہیں۔ وہاں اپنے ساتھی کو جو تقویٰ کی راہوں پر عملدرآمد کرنے میں ہمارا بڑا معاون و مددگار ہے۔ ان اخلاقی فضائل سے محروم نہ رکھیں۔ جو کہ انسانیت کا لازمہ اور جزو اعظم ہیں۔ جہاں آپ اپنے لئے ہر وقت حصولِ مدارج رُوحانی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ کیا وہاں اپنی مستورات کو زہد و تقویٰ۔ جرأت۔ بہادری۔ نیک دلی۔ عفت۔ صدق و وفا وغیرہ وغیرہ کے زیورات سے مزین کرنا نہیں چاہتے۔ جبکہ آپ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کہ آج کل کی مستورات نے دنیوی آرائش و زیبائش کو کس قدر مرغوب کیا ہوا ہے۔ اور وہ مذہبی اور اسلامی زیب و زینت سے کس قدر عاری ہیں۔ کیا آپ اپنی مستورات میں ایسی اُمنگ پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ کہ وہ اخلاقی [illegible] کے حصول میں اپنی سابقہ بہنوں کے رنگ میں رنگین ہوں جن کا حال آپ نے اسلامی تواریخوں میں پڑھا ہوگا۔ کہ وہ فصاحت بیان اور طلاقت لسان میں کیسی شہرۂ آفاق تھیں۔ جیسا کہ اسماء جو حضرت یزید بن السکن اشہلی صحابی انصاری کی دختر تھیں۔ کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ تمام صحابیہ عورتوں نے کمیٹی کر کے اور اسماء کو اپنا قائمقام بنا کر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں روانہ کیا۔ جب آپ بارگاہِ رسالت میں آئیں۔ تو حضور علیہ السلام سے یوں مؤدبانہ عرض کی ”اے پیغمبر خدا (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) چونکہ آپ مردوں اور عورتوں دونوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے عورتوں کی طرف سے میں ایک بات عرض کرنے کے لئے آئی ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم عورتیں اپنے شوہروں کے گھروں میں رہتی ہیں۔ پردہ میں رہنا ہمارا کام ہے مردوں کی خانگی اور ذاتی ضرورتوں کو ہم ادا کرتی ہیں۔ اور ہم دیکھتی ہیں۔ کہ مرد جمعہ اور جنازہ کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت اور جنازہ کی مشایعت کرتے ہیں۔ حج کو جاتے ہیں۔ جہاد ان کے لئے مخصوص ہے اور جبکہ مرد ان فرائض کو ادا کرنے کے لئے گھروں سے روانہ ہوتے ہیں تو ہم ان کے عیال کی نگرانی کے علاوہ مال کی حفاظت بھی کرتی ہیں۔ کیا ہم کو بھی مردوں کے ان نیک اعمال میں سے کچھ حصہ ملنے کی امید ہو سکتی ہے“

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فصیح و بلیغ اور عاقلانہ تقریر سُنکر اصحاب کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور ان سے پوچھا کہ کیا کبھی تم نے ایسی فصیح و بلیغ تقریر سُنی ہے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ حضور ہرگز نہیں سُنی۔ اس کے بعد حضور نے اسماء سے فرمایا کہ اے عورت جا اور سب عورتوں کو کہدے۔ کہ اگر وہ اپنے شوہروں کو خوش رکھینگی۔ تو ان کا یہ ایک عمل ان کے سب نیک اعمال کے برابر ثواب کا مستحق ہوگا ۔

میرے دوستوں نے اس واقعہ سے محسوس کیا ہوگا کہ علم مستورات میں کیسی رُوح پھونک سکتا ہے۔ اگر غور کیا جاوے تو شریعت کے لحاظ سے مرد و عورت کے فرائض سوائے تھوڑے تغیر کے تقریباً ایک ہی جیسے ہیں۔ البتہ دنیاوی حیثیت سے کچھ زیادہ اختلاف ہے مگر یہ اختلاف واضح رہے کہ مستورات کو علم کی ضرورت سے مستغنی نہیں کرتا بلکہ اور زیادہ حاجتمند قرار دیتا ہے۔ مثلاً عورت کے ذمہ انتظام و تربیت اولاد دو ایسے اہم فرائض ہیں جو بالکل نہیں۔ تو بہت زیادہ اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ گھر کی رونق بڑھانا اور انتظام کرنا عورت ہی کا کام ہے۔ لیکن جب وہ بیچاری جانتی ہی نہ ہوگی تو انتظام کیا کریگی۔ خاک اسی طرح اگر کوئی عورت بے علم ہونے کی وجہ سے پوری طرح اولاد کی تربیت اور نگہداشت نہ کر سکتی ہو۔ تو مرد خواہ کتنا ہی زور لگائے۔ بچوں کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اولاد کی زندگی کا وہ حصہ جس میں ان کی تربیت کی بنا رکھی جاتی ہے۔ ماں کی گود میں گذرتا ہے۔ لیکن جب اس بیچاری سے علم بالکل تہیدست اور عاری ہو۔ اور نہیں جانتی کہ میں نے انکو کیا سکھانا ہے۔ اور کس طرح تربیت دینا ہے تو بچہ کس طرح سیکھ سکتا ہے اس کے بعد جب بچہ ماں کی گود سے نکلکر فرش پر قدم رکھتا ہے۔ تو بھی آٹھوں پہر ماں ہی کے زیر اثر رہتا ہے۔ باپ سے اول تو اسے واسطہ ہی نہیں پڑتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے۔ تو بہت ہی کم۔ جو اس کی عادت و اخلاق پر کچھ زیادہ اثر نہیں ڈال سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اولاد کے اخلاق اور اطوار کا ذمہ وار ماں ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں آجکل اولاد کے غیر تربیت یافتہ ہونے اور گھر کا انتظام ناقص ہونے کی ذمہ واری عورتوں پر عائد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مردوں پر ہوتی ہے۔ کیونکہ مردوں کی عدم توجہ کے باعث مستورات علم سے بے بہرہ اور جاہل رہتی ہیں۔ بدیں وجہ کہ مرد ان کے سرپرست ہیں۔ اور از روئے قرآن کریم و احادیث صحیحہ یہ ظاہر و ثابت ہے کہ ہر ایک شخص اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے۔ قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں تم نے ان کو سمجھایا۔ اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں؟ پس اگر ان کے سرپرست ہی ان کی تربیت سے غافل رہیں۔ تو کس طرح اور کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو تربیت دے سکیں۔ اور نہ دینے کی صورت میں قابل ملامت قرار دی جائیں۔

احباب سے یہ امر پوشیدہ نہیں۔ کہ حضرت اقدس حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہم سے عورتوں کے متعلق کیا چاہتے ہیں۔ حضور نے متعدد مرتبہ اپنے خطبات و دیگر لیکچرز میں جماعت کو تعلیم نسواں و اصلاح مستورات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لیکن افسوس ہماری جماعت کی توجہ مستورات کی تعلیم کی طرف ابھی تک خاص طور پر کیا بالکل ہی مبذول نہیں ہوئی۔ اللہ رحم کرے۔

میں نہایت مختصر الفاظ میں یہ کہکر مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگ اپنی اولاد کو دیندار اور متقی بنانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ اپنی آئندہ نسل کو مہذب اور شائستہ بنانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ اپنے بچوں کو عالم و فاضل بنانے کے متمنی ہیں۔ اگر آپ لوگوں کی مراد دلی اور تمنائے قلبی یہی ہے کہ مولا کے حضور قیامت کے روز سرخروئی حاصل کریں تو اپنی مستورات کو زیور علم سے مُزین کرو۔ ان کی ماؤں کو عالم و دیندار بناؤ۔ تا وہ جو تمہاری اولاد کی سب سے پہلی مگر سب سے بڑی اُستاد ہیں انکو تمہارے لئے باعث راحت و تسکین بنا سکیں۔ کیونکہ بچوں کے لئے بڑی درسگاہ ان کا اپنا گھر اور بہترین معلم ان کے لئے انکی مائیں ہوتی ہیں۔

احباب اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کمی کو کس قدر سختی سے محسوس فرما رہے ہیں۔ میدان عمل میں آویں۔ اور حضور کی خواہش کو پورا کر دکھلائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے ارشاد کے ماتحت عمل پیرا ہونے کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

احقر العباد (شیخ) مشتاق احمد جالندہری قادیانی از قادیان۔

حقیقت کا اظہار اور ایک مسلم اخبار
مسلم کون ہے؟

اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر جب کہ وہ ایک ہادی کامل کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ اپنی سنت کے ماتحت رحم فرما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں نے جو تاریکی کے وقت تلاش کر رہے تھے اور اجالا ہوتے ہی اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی۔ کہ اس کو کھولنے کا نام بھی نہیں لیتے تا اس چشمہ کو جو اللہ تعالےٰ نے ان کے سیراب کرنے اور ان کی پیاس بجھانے کے واسطے محض اپنے فضل و کرم سے جاری فرمایا تھا۔ فائدہ اٹھائیں اور شکر گذار ہوں۔ ہر ایک وہ تکلیف اور ہر ایک وہ منصوبہ جو پہلے نبیوں کے منکرین نے فرداً فرداً روا رکھا تھا۔ یکجا جمع کر کے نہ صرف اس کی صداقت کو آشکار اکیا۔ بلکہ آپ کے الہام جری اللہ فی حلل الانبیاء کے پورا کرنے کے ممد بن گئے۔ جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔ اور دست بدعا ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی پلکیاں کھولنے کی توفیق دے تاکہ وہ بھی اس فیضان سے جو مسیح موعود نے جاری فرمایا حصہ پانے والے بنیں۔

سوال یہ ہے۔ کہ کیا ان کے ان حیلوں کا حضرت مرزا صاحب یا حضور کے متبعین پر کوئی اثر ہوا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ ان قدم باوجود اپنی کمزوری۔ مسکینی اور غربت کے آگے ہی آگے بڑھا۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اپنے کلام پاک کی صداقت کو لوگوں پر ظاہر کر دے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ افلا تعقلون یعنی کیا غور کرو۔ کہ ایک اکیلا شخص کھڑا ہوتا ہے۔ نہ اس کی کوئی دنیوی وجاہت نہ بادشاہی نہ اور کوئی رسوخ۔ حتےٰ کہ اس کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ اللہ تعالےٰ اسے خبر پاکر یہ اعلان کرتا ہے۔ یاتیک من کل فج عمیق الخ اور اس پر کوئی زمانہ نہیں گذرتا۔ کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہی ماننے نہیں جان نثار کرنے والے پیدا ہو گئے۔

صداقت پر پردہ ڈال کر اس کے چھپانے کی کوشش کرنا نہ صرف بے سود ہی ہے۔ بلکہ اپنے آپ کو ملزم بنانا بھی ہے۔ کیونکہ بمصداق ؎

دروغ گو را حافظہ نباشد

ان سے اظہار صداقت اس طرح پر ہو جاتا ہے۔ کہ بعد میں ان کو پچھتانا پڑتا۔ ایسے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حمایت اسلام لاہور جیسا اشد ترین مخالف پرچہ سے بھی صداقت کا اقرار ایسے لفظوں میں ہوا ہے۔ کہ اب وہ سوائے ہاتھ ملنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ لکھتا ہے:۔

"جو خاص وصف مسلمانوں کو کافروں سے ممتاز کرتا ہے۔ وہ بالفاظ قرآن کریم یہ ہے "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الخ"

اس آیت کے معنے کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"کیا اس آیت مبارکہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بلا کسی کھینچا تانی۔ دور از کار تاویل اور تفصیل کے علی الاعلان یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ مسلم قوم کی بہتری اس میں ہے۔ کہ وہ تبلیغ کرے۔ اور یہی وہ خوبی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دیگر امتوں کے مقابلے میں اشرف و افضل ہے"

اور آگے لکھتا ہے:۔

"مگر جس آیت کے معانی میں کوئی اختلاف نہیں۔ جو نص قطعی اور اصولی شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ ہم میں سے کتنے ہیں۔ جو اس کے قائم کردہ معیار پر پورے اترتے ہیں۔ بتاؤ اللہ سے بڑھ کر مفتی کون ہو سکتا ہے۔ اس کا فتویٰ تو یہی ہے۔ کہ امت محمدیہ کا اختصاصی نشان اور وصفی علامت نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا اور اپنی ہستی کو کل انسانوں کی بہی خواہی میں صرف کرنا ہے۔ اگر اس فریضہ کی تکمیل کی خفیف سی تڑپ بھی ہمارے اندر موجود نہیں۔ تو ہم کسی مسجد کے واعظ یا مفتی کے خیال میں پکے مسلمان ہوں تو ہوں۔ مگر خدا کا فیصلہ تو کچھ اور ہی ہے"

(ملاحظہ ہو حمایت اسلام لاہور ۲۷ جنوری ۱۹۲۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ و ۲)

مضمون کی طوالت کے خیال سے اتنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ سارا مضمون ہی صداقت مسیح موعود علیہ السلام سے بھرا ہوا ہے جن الفاظ کے نیچے لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ وہ خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں۔ لب لباب ان کا یہ ہوا۔ کہ تبلیغ امت محمدیہ کی وصفی علامت اور اسی وجہ سے خیر امت ہے۔ اور کہ جو لوگ ایسا نہیں کرتے۔ وہ اللہ کے نزدیک مسلمان نہیں۔ کسی مسجد کے واعظ یا مفتی کے نزدیک ہوں تو ہوں۔

کیسا فیصلہ کیا ہے ؎ جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔ اب کون ان سے پوچھے۔ کہ تبلیغ کا کام کون کر رہے ہیں۔ کیا وہی تو نہیں جن کو کافر اور مرتد کہا جاتا ہے۔ نہیں نہیں جن کے بے گناہ اور بے کس اور ذات باری کے حقیقی عاشقوں کو جام شہادت پلایا جاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا نام کیوں روشن کرتے ہیں۔ افلا تعقلون سوچو اور غور کرو۔ کہ کیا کبھی کسی جھوٹے مدعی نبوت کے ماننے والوں نے بھی کبھی ایسی قربانیاں اور جان نثاریاں کیں۔ اور اللہ تعالےٰ کا نام دنیا کے کناروں تک روشن کیا۔ اسلام کی اگر تڑپ ہے تو کس میں۔ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں میں۔ امریکہ میں کس کے ذریعہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا دین پھیلا۔ افریقہ کے تاریک براعظم میں پیغام حق کس نے پہنچایا؟ لنڈن میں تبلیغ اسلام کرنے کی کس کو توفیق ملی؟ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جرمنی اور دنیا کے گوشے گوشے میں کن کی صدائیں گونجیں؟

اب فیصلہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اپنے معیار کی رو سے ہی پرکھ لو۔ کہ کون اللہ اور رسول کے نزدیک مسلم ہے؟ اے احمدی قوم کیا تو اس پر کہ بہت سے ملکوں میں پیغام حق پہنچا دیا خوش ہو جاویگی۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے۔ وہ محض نصرت الٰہی سے ہوا۔ اور آئندہ بھی جو ہوگا۔ وہ محض اس کے فضلوں سے ہوگا۔ مگر اس کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے سعی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ سو اٹھو اور ہمت کرو۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس طرح پر صداقت ظاہر ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی پوری ہو ؎

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

ہم کو اس وقت تک چین نہیں لینا چاہیئے۔ اور آرام سے نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ جب تک یہ پکار نہ ہو جاوے۔ کہ عیسیٰ آ گیا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے۔ کہ ہم خدمت دین میں لگ جاویں۔ اور اس کے فضلوں کے وارث بنیں۔ اور جو لوگ ابھی تک اس لڑی میں منسلک نہیں ہوئے۔ ان کو توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین۔

(خاکسار محمد اسماعیل احمدی۔ امرتسر)

معاونین جرائد سلسلہ

(دس پوائنٹ)

ملک عزیز احمد صاحب راولپنڈی نے مس رائٹر کو دس خریدار دیئے ہیں۔ جس کیلئے صاحب موصوف کا بہت بہت شکریہ ہے۔ اس کے علاوہ چھ ماہ کے لئے ایک خریدار الفضل کا آپ نے دیا ہے۔ اور مصباح کے دو خریدار عنایت فرمائے ہیں۔

(الفضل)

(۱) بابو احمد جان صاحب کلرک ڈی۔ اے ڈی او۔ ایس فورٹ ولیم کلکتہ تین خریدار
(۲) ڈاکٹر محمد رمضان صاحب ایس۔ اے ایس۔ نوشہرہ چھاؤنی۔ ایک خریدار
(۳) سردار سراج الدین صاحب احمدی کمیونڈر ہسپتال باغ بلوچستان ایک خریدار
(۴) جناب زین العابدین صاحب کلکتہ ایک خریدار

(مصباح)

(۱) جناب عبد العظیم صاحب سلانوالی	۲ خریدار
(۲) جناب محمد الدین صاحب جہلم	۱ خریدار
(۳) سیکرٹری لجنہ اماء اللہ امرتسر	۵ پہلے اور ۳ اب کل ۸
(۴) جناب جعفر جان صاحب سیکرٹری تبلیغ کلکتہ	۲ خریدار
(۵) جناب بانو نیاز محمد صاحب کراچی	۲ پہلے ۳ اب کل ۵
(۶) جناب عبد الغنی صاحب تحصیلدار۔ پٹیالہ	۲ خریدار
(۷) مرزا عبد الحمید صاحب کلرک ریویو	۱ خریدار

شکریہ

جن جماعتوں نے جلسہ سالانہ کا چندہ اپنے وعدے یا بیت المال کی مقررہ رقم کے مطابق ارسال فرمایا ہے اور داخل خزانہ ہو چکا ہے۔ ان کی فہرست میں ۲۶ر جنوری کے "احمدیہ گزٹ" میں شائع کر رہا ہوں۔

میں نے بیرونی ممالک کی جماعتوں کے ذمہ بھی رقم جلسہ سالانہ مقرر کر کے اطلاع کی تھی۔ کیونکہ ان کی طرف سے فارم وعدہ نہ آ سکتا تھا۔ چنانچہ جماعت بغداد و بصرہ کے ذمہ مبلغ -/۲۰۰ رکھا گیا تھا۔ مکرمی بابو جعفر صادق صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ بغداد اطلاع کرتے ہیں۔ کہ بیت المال کی مجوزہ رقم سے زیادہ چندہ احباب سے وصول کر کے ارسال کیا جاتا ہے۔ میں ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اس چندے میں سب سے زیادہ قابل ذکر جناب ملک چراغ الدین صاحب ہیں۔ جنہوں نے اپنی طرف سے چندہ سالانہ مبلغ ایک صد روپیہ ادا فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ملک چراغ الدین صاحب پی ڈبلیو آئی کا بچہ بیمار ہے۔ احباب اس مخلص کے بچے کی صحت کامل کے واسطے دعا فرمائیں۔

اسی طرح جماعت کلنڈنی ممباسہ سے بھی چندہ جلسہ سالانہ مجوزہ بیت المال مبلغ -/۲۰۰ داخل ہو گیا ہے۔ ان کا بھی شکریہ ہے۔ باقی بیرون ممالک کی جماعتوں سے گذارش کرتا ہوں۔ کہ وہ چندہ نہ صرف اپنا مقررہ چندہ جلسہ سالانہ ہی ارسال فرمائیں۔ بلکہ اب بجٹ کے پورا کرنے میں صرف ایک سہ ماہی باقی ہے۔ ابھی سے بجٹ کے پورا کرنے کا تہیہ فرما دیں۔ تاکہ ۳۰ر اپریل ۱۹۲۷ء تک ان کا بجٹ چندہ عام وغیرہ پورا ہو جاوے۔ والسلام

(عبد المغنی ناظر بیت المال۔ ۱۹/۱/۲۷)

اعلان

بیت المال کی طرف سے حسب ذیل محصل حسب ذیل علاقوں میں دورہ کر رہے ہیں۔ یا عنقریب دورہ کرنے والے ہیں۔ وہ جماعتوں کے چندہ کی وصولی کی نگرانی کرینگے۔ اس اعلان کے ذریعہ احباب کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے موجودہ چندہ فصل خریف کے اور پچھلے بقائے بھی اگر کہیں باقی ہوں محصلوں کے پہنچنے سے پہلے پہلے ادا کر دیں۔ تا محصل کو صرف حسابات دیکھنا پڑے۔ اور وصولی کے لئے خود تقاضے کرنے نہ پڑیں محصل کے پہنچنے پر بہتر یہی ہے۔ کہ کل بقائے صاف اور حسابات درست ہونے کی رپورٹ آنی چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی چندہ حال یا سابقہ باقی بھی ہو۔ تو محصل کے پہنچنے پر ضرور ادا کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ فصل خریف کے لئے دوبارہ دورہ کی ضرورت باقی رہے۔ اگر دورہ کے وقت بھی کہیں بقایا ہو تو احباب مقامی کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ محصل کے ساتھ ہو کر جلد سے جلد رقوم بقایا وصول کرا لیں۔ دورہ کنندگان محصلین کی فہرست معہ ان کے علاقوں کے ذیل میں درج ہے

(۱) مولوی عبد العزیز صاحب۔ ضلع لائلپور شیخوپورہ۔ گجرانوالہ۔

(۲) مولوی محمد علی صاحب۔ ضلع لدھیانہ و ریاستہائے مالیر کوٹلہ پٹیالہ نابھہ و جیند و ضلع انبالہ

(۳) سید محمد علی شاہ صاحب۔ ضلع ہوشیارپور و ضلع جالندھر

(۴) سید محمد شاہ صاحب۔ ضلع گجرات و جہلم و راولپنڈی و ہزارہ

(۵) حکیم محمد فیروز الدین صاحب۔ ضلع شاہپور و سیالکوٹ

(۶) مرد خانصاحب۔ ضلع گورداسپور

(۷) منشی عبد السمیع صاحب۔ ضلع فیروزپور

(عبد المغنی ناظر بیت المال۔ ۲۳/۱/۲۷)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد

درباره رقوم وصیت

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ایسی وصایا کا روپیہ جن کا حصہ موعودہ ضائع ہوتا ہے۔ وہ ریزرو رکھا جائے۔ جب اس رقم کا روپیہ کافی جمع ہو جائے۔ تو اس روپیہ سے آمد پیدا کرنے والی جائداد حاصل کی جائے۔ نیز جب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کاموں کے چلانے کے لئے کسی وقت روپیہ کی سخت ضرورت پیش آئے۔ تو ایسے وقت میں اس روپیہ سے امداد کی جائے"

میں صاحب جائداد موصیوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے امام کے منشا کو پورا کرنے کے لئے جد و جہد شروع کر دیں۔ اور سال ۱۹۲۷ء کے آخیر تک کم سے کم ایک لاکھ روپیہ اس فنڈ میں جمع ہو جائے۔ میں خدا تعالے کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بات کا منتظر ہوں۔ کہ سابقون بالخیرات کا سہرہ کس کے سر پر بندھتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور جائز ہوگا۔ کہ ان اموال کو بطور تجارت کے ترقی دی جائے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے۔ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں۔ کہ یہ اموال کیونکر جمع ہونگے۔ اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی۔ جو ایماندار ی کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے۔ بلکہ مجھے یہ فکر ہے۔ کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جاویں۔ وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں۔ اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دعا کرتا ہوں۔ کہ ایسے امین ہمیشہ سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں۔ جو خدا کے لئے کام کریں۔ ہاں جائز ہوگا۔ کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو۔ ان کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے"

(محمد سرور سیکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی۔ قادیان دار الامان)

وصیت نمبر ۲۵۲۱

میں عبد الحکیم ولد عمر بخش قوم قریشی ساکن شہر سیالکوٹ حال وارد کراچی صدر کلارک پوسٹ آفس بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ میری ماہوار آمد ساٹھ روپیہ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ بابت وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۲/۱۱/۲۶ عبد الحکیم کلارک صدر پوسٹ آفس کراچی

گواہ شد:۔ عبد الحمید پوسٹل کلرک کراچی سٹی۔ گواہ شد۔ رفیع الدین احمد احمدی محاسب جماعت احمدیہ کراچی

وصیت نمبر ۲۴۷۴

میں سراج الدین ولد فتح دین قوم شیخ ساکن اپیچ پور ضلع اراوتی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد زیر جھلہ واقعہ قادیان دار الامان میں کچھ اوپر آٹھ کنال سکنی زمین اور قریباً نو صد روپیہ ناظر صاحب امور عامہ کے پاس جمع ہے۔ محلہ دار الفضل میں ایک کنال زمین برائے مکان۔ احمدیہ سٹور قادیان میں ساڑھے پانچ ہزار کے حصص دھاربل اپیچ پور برار میں پانچ حصص قیمتی پانچصد روپیہ۔ نقد روپیہ سولہ ہزار۔ ریلوے پراویڈنٹ فنڈ میں قریباً چھ ہزار روپیہ۔ لیکن اس جائداد سے فی الحال کچھ آمد نہیں بلکہ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ایک سو روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا آٹھواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور بوقت وفات میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور جو رقومات بحصہ جائداد کے طور پر بابت وصیت داخل کرا دوں وہ حصہ موعودہ سے منہا کی جاوینگی

۲۲/۹/۲۶۔ الراقم سراج الدین سٹیشن ماسٹر اپیچ پور بقلم خود۔

گواہ شد۔ سید امیر الدین ولد وجیہ الدین نظامی۔ قاصد پور

گواہ شد: فضل احمد ولد حکیم فتح الدین۔ اپیچ پور

احباب ناظم طبع و اشاعت کو خطوط لکھتے ہوئے ہر اخبار یا رسالے کی نسبت علیحدہ علیحدہ پرچہ ڈالا کریں۔ اور نمبر خریداری بھی ضرور دیا کریں۔

(اشتہارات)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی
تین نئی کتابوں کے متعلق
پُرزور سفارش

یہ تھوڑی تعداد میں باقی ہیں احباب جلد منگوالیں

منہاج الطالبین پہلی قابل توجہ بات یہ ہے۔ کہ میں نے پچھلے سال نفس اور اولاد کی اخلاقی اور روحانی تربیت پر تقریر کی تھی۔ میرے نزدیک وہ لیکچر اپنے نفس کی اور اپنی آئندہ نسلوں کی روحانی اور اخلاقی اعلیٰ درجہ کی تربیت کے متعلق نہایت ہی اہم اور مفید ترین معلومات پر مشتمل ہے۔ یہ لیکچر چھپ کر کتابی صورت میں تیار ہو چکا ہے۔ بک ڈپو نے جو کہ بعض دوستوں کے مشترکہ سرمایہ سے قائم کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو شائع کیا ہے۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس کو خرید کر پڑھیں۔

حق الیقین اس سال اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک اور کتاب کے لکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور وہ کتاب ہفوات المنافقین کا جواب ہے۔ ہفوات المنافقین ایک شیعہ نے لکھی ہے۔ جس کے مضمون سے حضرت نبی کریمؐ اور آپ کی ازواج اور صحابہؓ کی ذات پر نہایت ناپاک حملے ہوتے ہیں۔ اس کی اشاعت سے تمام ہندوستان میں اسلام کے خلاف خطرناک زہر پھیل رہا تھا۔ اور یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اس نے ہندوستان میں ایک آگ لگادی تھی۔ اسی وجہ سے گورنمنٹ نظام نے اس کو ضبط کر لیا تھا۔ لیکن اس کا اور بھی الٹا اثر پڑا۔ کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ فی الواقع مسلمانوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہی نہیں۔ تبھی تو اس کو ضبط کیا جا رہا ہے۔ اخبار اہلحدیث میں بھی اس کے جوابات نکلنے شروع ہوئے تھے۔ مگر چند سوالوں کا جواب دیکر خاموشی اختیار کر لی گئی۔ جس سے کتاب والے نے اور بھی ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ معلوم ہوا۔ کہ باقی مطالبات کا کوئی بھی جواب نہیں۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا۔ کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے اس کے جواب میں کتاب حق الیقین لکھی ہے۔ یہ کتاب بھی ایسے معلومات پر مشتمل ہے۔ جو علمی مجالس ہیں۔ اور جو اسلام سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ اس کے مخالفین اسلام کے جوابات کے لئے نہایت مفید معلومات کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ علمی مباحثوں میں بھی کام آسکتی ہے۔ اور اسلام کا مطالعہ کرنے کے لئے نہایت مفید معلومات کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہے۔

الواح الہدیٰ ان کے علاوہ بعض اور دوستوں کی بھی کتابیں ہیں۔ جو نہایت مفید اور ضروری ہیں۔ ایک کتاب الواح الہدیٰ بک ڈپو نے شائع کی ہے۔ یہ کتاب قاضی اکمل صاحب کی مرتبہ ہے۔ اور درحقیقت ریاض الصالحین کا ترجمہ ہے۔ ریاض الصالحین تربیت کے لحاظ سے ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اور بالخصوص بچوں کی تربیت میں بہت مفید ہے۔ اسی بناء پر میں نے بچوں کی انجمن انصار اللہ کے لئے جو سکیم بنائی۔ اس میں ضروری قرار دیا۔ کہ ہر طالب علم کے پاس تین چیزیں ضروری ہونی چاہئیں۔ ایک قرآن شریف دوسرے کشتی نوح۔ تیسری ریاض الصالحین۔ دوسری جگہوں پر اس کتاب کی قیمت بھی زیادہ ہے (غالباً للعہ ہے) اور یوں بھی عربی میں ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ اس لئے تجویز کی گئی ہے۔ کہ کتاب کے بعض فقہی مسائل کو حذف کر کے اس کا ترجمہ قادیان میں ہی چھپوا لیا جائے۔ چنانچہ قاضی صاحب نے اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ اور اس کی قیمت بھی تھوڑی رکھی گئی ہے۔ یعنی ۱۲ آنہ

یہ کتاب نہ صرف بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ بڑوں کی اخلاقی حالت کی اصلاح میں بھی بے نظیر ہے۔ اخلاق کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال اور روایات کا یہ ایسا مجموعہ ہے۔ کہ میرے خیال میں ایسا کوئی اور مجموعہ نہیں ہے۔ بہت ہی بے نظیر کتاب ہے مجھے اتنی پسند ہے۔ کہ میں کبھی سفر پر نہیں جاتا۔ مگر اس کو ساتھ رکھتا ہوں۔ پہلے عربی میں تھی۔ جس سے ہر شخص فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اب ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ اس بہترین مجموعہ کو ضرور خرید کر زیر مطالعہ رکھیں۔ یہ تینوں کتابیں بک ڈپو نے چھپوائی ہیں۔

(منقول از الفضل نمبر ۵۸ مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۷ء تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء)

مجاہد بخارا کی آپ بیتی ۔ مولوی ظہور حسین صاحب مبلغ بخارا کے دردناک حالات۔ قیمت ۸/

ویدوں کے سربستہ راز ۔ تردید آریہ میں دس ٹریکٹوں کا مجموعہ۔ قیمت ۸/

ملنے کا پتہ

مینجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

انصر

(۱) جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہوں (۲) جن کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہوں (۳) جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں (۴) جن کے گھر اسقاط کی عادت ہو گئی ہو۔ (۵) جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہوں۔ اور کمزور بچے ہوں۔ ان کے لئے ان گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے۔ فی تولہ عہ۔ تین تولہ کے لئے محصولڈاک معاف۔ چھ تولہ تک خاص رعایت۔

سرمہ نور العین

اس کے اجزاء موتی و ماممیرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ ککرے۔ خارش۔ ناخونہ۔ پھولا۔ ضعف چشم پڑوال کا دشمن ہے۔ موتیا بند دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے لسیدار پانی کو روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرنے میں بے نظیر تحفہ ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس کا ادنیٰ کام ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عہ)

مفرح عروس زندگی

معدہ کے تمام نقصوں کو دور کرنے والی۔ مقوی دماغ۔ محافظ روشنی چشم۔ نسیان کی دشمن۔ جگر کو طاقت دینے والی جوڑوں کے درد۔ نقرس کے درد۔ سینہ کو مضبوط بنانے والی۔ مقوی اعضاء رئیسہ دوائی ہے۔ جس کا روزانہ استعمال صحت کا ضامن ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ایک روپیہ چار آنہ (للعہ)

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کھوکھلی ہو گئی ہوں۔ دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خود بخود گھٹ گیا ہو۔ دانتوں سے خون آتا ہو۔ یا پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمی ہو۔ اور بدرنگ ہو گئے ہوں۔ اور منہ میں پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے یہ سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ آنہ

المشتہر

نظام جان بن عبد اللہ جان مینجر الصحت قادیان

باجلاس جناب میاں غلام مرتضےٰ صاحب نائب تحصیلدار شورکوٹ

ولی محمد ولد میاں غوث محمد ذات پٹھان سکنہ موضع حضرت سلطان باہو صاحب تحصیل شورکوٹ مدعی

بنام

(۱) بختو خاں المعروف بخشن خاں ولد جوایا خاں۔ قوم لشاری۔ سکنہ چاہ ننا علاقہ تھانہ چوبارہ۔ تحصیل لیہ۔ ضلع مظفرگڑھ

(۲) سداخاں ولد اشرف خاں۔ قوم لشاری سکنہ چاہ عنایت تھانہ چوبارہ۔ تحصیل لیہ۔ ضلع مظفرگڑھ۔ مدعا علیہم

دعویٰ مبلغ یکصد روپیہ بابت قرضی نویر آمد

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہوگیا ہے۔ کہ مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کے نام اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ وہ تاریخ مقررہ ۱۰ ۲/۲ کو حاضر ہو کر عدالت ہذا میں پیروی مقدمہ کی کریں۔ ورنہ ان کے برخلاف کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی۔ آج ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا ہے۔ ۲۰ ۱/۲

مہر عدالت — دستخط حاکم

نوٹس نارتھ ویسٹرن ریلوے

یکم فروری ۱۹۲۷ء سے قواعد اور نرخ کرایہ جو نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ساتھ مقرر شدہ ہے۔ کالکا شملہ ریلوے کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوگا۔ کرایہ فاصلہ کالکا شملہ ریلوے کا اصلی سے چار گنا ہوگا۔

ڈی۔ ایچ بولٹن برائے ایجنٹ — نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈکوارٹرز آفس لاہور۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۶ء

اطلاع

انجمن حمایت اسلام لاہور کا اکتالیسواں سالانہ جلسہ ایسٹر کی تعطیلات میں (۱۵ تا ۱۷ اپریل ۱۹۲۷ء) کو اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں منعقد ہوگا۔ قومی نمائندگان کی بتعداد کثیر شریک جلسہ ہونے کی توقع ہے۔ اور نہایت مفید و دلچسپ پروگرام تیار کیا جا رہا ہے۔

(محمد فاضل اسسٹنٹ سکرٹری انجمن)

ہندوستان کی خبریں

سوامی شردہانند کے قتل کے ملزم عبدالرشید کا مقدمہ سشن کورٹ میں پیش ہوا۔ ملزم نے کہا۔ کہ میرا نام عبدالرشید ہے میری عمر پچاس سال کے قریب ہے۔ میں دہلی کا باشندہ ہوں۔ اور کتابت کا پیشہ کرتا تھا۔ میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ عدالت کے سوال کرنے پر میں نے کیوں جواب نہیں دیا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ خوراک تبدیل ہوجانے کے باعث میری طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ میرا منہ اور میرا گلا چھالوں سے پر ہو چکا تھا۔ اس لئے میں پوری طرح گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ میں کچھ کہنے کا خواہاں تھا۔ لیکن ابھی بولنے کی نوبت ہی نہ آئی تھی کہ مجھے دور کر دیا جاتا تھا۔ یہی بات سشن عدالت میں بھی پیش آئی۔ بیمار ہونے کے علاوہ میں خفت بھی محسوس کرتا تھا۔ اور فوراً سوالات کرنے پر میں جواب بھی نہ دے سکتا تھا۔ کیونکہ میں عام طور پر ڈرتا تھا۔ استغاثہ کی داستان ختم ہونے پر ملزم کو شہادت کے کٹہرہ میں لایا گیا۔ اور جو سوال و جواب ہوئے ان میں سے یہ ہیں :-

سوال :- کیا تم نے ۲۳ دسمبر کے روز سوامی شردہانند کو گولی مار کر قتل کا ارتکاب کیا؟

جواب :- نہیں۔

سوال :- کیا تمہیں ۲۳ دسمبر کے روز سوامی شردہانند کے مکان پر گرفتار کیا گیا؟

جواب :- ہاں۔

سوال :- کیا (ملزم کو پستول دکھا کر) یہ پستول تمہارا ہے؟

جواب :- پستول میرا نہیں۔ اور نہ میرے پاس کوئی پستول تھا۔

سوال :- تو تم پر اس جرم کا الزام کیوں لگایا گیا؟

جواب :- میں ۲۳ دسمبر کو ریلوے سٹیشن کی طرف سے آ رہا تھا۔ جب میں سوامی کے مکان کے قریب پہنچا۔ تو میں نے لوگوں کو سڑک پر بھاگتے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں ایک سیڑھی کے قریب کھڑا ہوگیا۔ جس پر سے کسی نے مجھے آواز دی۔ میں اوپر گیا۔ اور کمرے کے اندر داخل ہوگیا۔ جس شخص نے مجھے آواز دی تھی۔ وہ بھی میرے ہمراہ تھا۔ تین یا چار اشخاص نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے دھکیلا۔ میرا گلا گھونٹ دیا۔ اور مجھے گرا دیا۔ انہوں نے میرا سر دیوار کے ساتھ دے مارا۔ اور مجھے مختل الحواس کر دیا۔ ازاں بعد میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کیا ہوا۔

عدالت نے مقدمہ ملتوی کر دیا۔ اور کہا کہ ہم ملزم کو لاہور کے دماغی ہسپتال میں بھیجیں گے۔ تاکہ اس کی دماغی حالت کا اندازہ کیا جاسکے۔ جج نے کہا۔ کہ مقدمہ کی سماعت کی تاریخ لاہور سے رپورٹ موصول ہونے کے بعد مقرر کی جائے گی۔ جب مقدمہ پھر شروع ہوگا۔ تو صفائی کے گواہ لئے جائیں گے۔

کلکتہ ۲۶ جنوری۔ سر عبدالرحیم وزارت سے مستعفی ہوگئے ہیں۔ اور مسٹر اے۔ کے غزنوی اور مسٹر چکرورتی وزیر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

لنڈن ۲۴ جنوری۔ دفتر جنگ نے سرکاری طور پر اعلان کر دیا ہے۔ کہ حکومت ہند برطانی اور ہندوستانی بٹالینز اور ان کی امدادی افواج کو بتاریخ ۲ فروری چین بھیجنے کا انتظام کر رہی ہے۔

سنگاپور ۲۴ جنوری۔ حال ہی میں ملایا میں تباہ کن سیلاب آیا ہے۔ تین ہزار مویشی ہلاک ہوئے۔ چاول کی فصلوں کو چار لاکھ ڈالر کے قریب نقصان پہنچا۔ ایک قصبے میں تاجروں کا نقصان ۳ لاکھ ڈالر تک جا پہنچا ہے۔

دہلی ۲ جنوری۔ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلری کے عہدہ کے لئے شکار پور کے نواب مزمل اللہ خاں کا انتخاب منظور کر لیا۔

ممالک غیر کی خبریں

شنگھائی ۲۴ جنوری۔ حکومت برطانیہ نے جو کہ ان زائد محاصل کا عائد کرنا جو کہ معاہدہ واشنگٹن کے مطابق عائد کئے جاسکتے ہیں۔ غیر مشروط طور پر منظور کر دیا ہے۔ اس لئے برطانی سفارت برطانی تجار کو مشورہ دے رہی ہے۔ کہ وہ ڈھائی فیصدی زائد محصول اور ۵ فیصدی سامان تعیش کا محصول ادا کریں۔

لنڈن ۲۵ جنوری۔ انفلوئنزا بڑے زوروں پر ہے لنکا شائر کے سکول بند ہوگئے ہیں۔ جو سکول کھلے ہوئے ہیں۔ ان میں حاضری پچاس فی صدی ہے۔

برلن ۲۵ جنوری۔ مارک کی قیمت بحال ہونے کے بعد یہ پہلا موقع ہے۔ کہ جرمن پچاس کروڑ مارک کے داخلی قرضہ کا اعلان کر رہا ہے۔ اس قرضے پر ۵ فی صدی سود دیا جائے گا۔

پیرس ۲۴ جنوری۔ ترانڈ کا بیان ہے۔ کہ کرنیل گریبالڈی اور قطلان کی سازش کے سلسلے میں قید ہوئے تھے آدمی رہا کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ۱۳ نومبر سے جیل میں ہیں۔ اور اس لحاظ سے انکی مدت اسیری ختم ہوگئی ہے۔ وزیر داخلہ نے تمام سزا یافتہ اشخاص کے متعلق جلاوطنی کے احکام پر دستخط کر دیئے ہیں۔

لنڈن ۲۵ جنوری۔ کاؤنٹ کیسرلنگ نے جو کہ ڈارمسٹڈ کے سکول آف وزڈم کے ڈائریکٹر ہیں ایک کتاب لکھی ہے جس کا موضوع شادی کے مسئلے کا حل ہے۔ لکھتے ہیں کہ نامرغوب شادیاں سب سے اچھی ہوتی ہیں۔ اول تو اکثر بڑے آدمی نامرغوب شادیوں کا ثمرہ ہوتے ہیں اور دوسرے جن آدمیوں کی شادیاں رغبت کے ساتھ نہیں ہوتیں وہ دوسروں کی بہ نسبت اپنی روح کو کم نقصان پہنچاتے ہیں۔ انکی اصلاح نفس بھی زیادہ سرعت کیساتھ ہوتی ہے۔ نیز جو مباشرت بغیر رغبت کے ہوتی ہے وہ رغبت کا نتیجہ ہوتی ہیں کیسا ہی دونا جو دل کے رشتے سے ہوتی محبت کی بہ نسبت انکی شادی کرنا زیادہ قابل ترجیح ہے۔ شادی کیلئے وہ بیوی منتخب کرنی چاہیئے۔ جو ماں بننے کی قابل ہو